کریمی دارالکتب کراچی

اللهم

بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

بسلسلہ مشکوٰۃ نبوتؐ

اصلاحی دروس

جلد ہشتم

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

نام کتاب :۔ اصلاحی دروس جلد ہشتم

افادات حضرۃ مولانا عبد الواحد صاحب رحمہ اللہ

ترتیب وتزئین حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

باہتمام :۔ عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

صفحات :۔ 320

سن طباعت :۔ دسمبر 2022

تعداد :۔ 1,100

قیمت :۔

کمپوزنگ : کبیر احمد نور
0342-3009302

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

asim@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

اجمالی فہرست

اِصلاحی دُروس

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے شکر گزار ہوں اپنے پروردگار کا کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا حماد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ وبانی ومہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی) کے بیانات جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، رسائل کی شکل میں شائع ہورہے ہیں۔اب ان رسائل کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اس کی جلد ہشتم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور نافع بنائے۔

پھر میں خصوصی شکر گزار ہوں استاد العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس سرہ) کا جنہوں نے اس کام میں میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر موقع پر مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو تادیر ہمارے اوپر قائم رکھے آمین۔

آخر میں میں اپنے ان محبین ومخلصین دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طور پر شریک ہوئے اور میرے ساتھی ومعاون بنے، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور ان کے اموال میں برکت عطا فرمائے۔

محتاج دعا: عاصم عبداللہ

تفصیلی فہرست

غیبت ایک سنگین گناہ اور اس کا علاج

جھوٹ اور اُس کی مُروّجہ صُورتیں

گانے بجانے کی حرمت قرآن و حدیث کی روشنی میں

زُہد کا حصول اور اُس کے ثمرات

حضورﷺ اور صحابہ کرامؓ کا زہد واقعات کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل کی بات

عاصم عبداللہ بن حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ ملک اور بیرون ملک کی ایک جانی پہچانی علمی اور روحانی شخصیت تھے، اور ملک کی مشہور دینی درسگاہ ''جامعہ حمادیہ'' شاہ فیصل کالونی کراچی کے بانی ومہتمم کے علاوہ کئی مدارس ومساجد کے سرپرست بھی رہے بحمد للہ اہل علم میں ایک خاص مقام تھا۔

حضرت والد صاحب ؒ کا شمار شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے شاگرد خاص اور قطب الاقطاب حضرت حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز اور اخص الخاص خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت والد صاحب ؒ جب تک اس دنیاء فانی میں رہے تواضع اور اخفاء کے ساتھ رہے لیکن اس کے باوجود کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت، شہرت اور مقبولیت کی بلندیوں پر فائز فرمایا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے

آپ کو درس قرآن اور درس حدیث اور دیگر اصلاحی موضوعات پر بیان کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا، آپ کا یہ بیان جامعہ حمادیہ میں ہو یا جامع مسجد حنفیہ میں یا علاقے اور شہر کی کسی مسجد میں ہو، یا کسی عام جگہ پر ہو لوگ دور دور سے ان بیانات کو سننے کیلئے آتے تھے۔

آپ کے یہ بیانات عوام اور خواص دونوں کے لئے تریاق ثابت ہوا ہے اور اس سے سینکڑوں لوگوں کی زندگی میں نمایاں تبدیلیاں آئیں جن کے چہروں پر داڑھیاں نہ تھیں انہوں نے سنت کے مطابق داڑھی رکھ لی اور حرام آمدن والوں نے حلال ذرائع آمدن اپنا لئے' جن کا گھریلو ماحول بے دینی کا تھا، انہوں نے اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم وتربیت دینی شروع کر دی۔

حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہ کی بات سننے والوں کے دل میں اترتی چلی جاتی تھی سننے والا اپنے اندر ایمانی حلاوت محسوس کرتا تھا حضرت والد صاحبؒ کے بیانات میں جو تاثیر تھی اور جو خیر و برکت تھی اسکی ایک وجہ تو حضرت والد صاحبؒ کی للہیت اور خلوص تھا اور دوسری وجہ الفاظ میں نہ کوئی تصنع اور نہ کوئی بناوٹ سہل ترین الفاظ آپکے بیانات کا حصہ ہوتے تھے۔

بعض احباب حضرتؒ کی ان تقاریر کو کیسٹ میں محفوظ کر کے مستفید ہوتے رہے الحمدللہ ان کیسٹوں کا خاطر خواہ ذخیرہ محفوظ ہے، جسے کمپیوٹر میں

بھی محفوظ کیا جاچکا ہے ،اوراب بحمداللہ اصلاح وتربیت کا یہ عظیم خزانہ کاغذوں پربھی منتقل کیا جارہا ہے۔

جب یہ تحریری افادات سینکڑوں صفحات میں محفوظ ہوگئے تو حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے بہت سے قریبی احباب نے بااصرار مشورہ دیا کہ ان افادات کو جومختلف موضوعات پر ہیں عنوانات کے تحت مرتب کر کے رسائل کی صورت میں شائع کیا جائے ،تاکہ ان کا فائدہ عوام الناس کو پہنچے ، مجھے انکی رائے بہت پسند آئی ، پھراس پر دلجمعی کے ساتھ کام شروع کردیا گیا۔

بحمداللہ ہرسال تقریباً پانچ سے چھ کتابچے تیارہوکرچھپ کرمنظرعام پر آجاتے ہیں، متعدد کتابچے حضرت والدصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں اول تا آخرخود ملاحظہ فرمائے ،خوشی اورمسرت کااظہارفرمایا ،دل سے پرخلوص دعاؤں سے نوازا، وہی دعائیں آج میری زندگی کااثاثہ ہیں۔

فی الحال حضرت نوراللہ مرقدہ کے درسِ حدیث کے سلسلے ''مشکوۃ نبوت'' کوجوماہنامہ الحماد میں ہرماہ شائع ہوتارہا موضوع کی مناسبت سے ''کریمی دارالکتب'' کی طرف سے اِسے کتابچے شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

بحمداللہ اب تک تین درجن سے زائد کتابچے شائع ہوچکے ہیں جولوگوں کی اصلاح کاذریعہ بن رہے ہیں۔

اب محبین و مخلصین کے اصرار پر ان مطبوعہ رسائل کے مجموعہ کو کتابی شکل میں بنام ''اصلاحی دروس'' شائع کر رہے ہیں، جس کی جلد ہفتم پیش خدمت ہے۔ آٹھویں جلد کیلئے بھی کام شروع کر دیا گیا ہے جس کی تکمیل کیلئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ امت کو اس مفید سلسلے سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونیکی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری مغفرت ونجات اور حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے اور صدق واخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عاصم عبداللہ
استاد و مفتی جامعہ حمادیہ کراچی
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ
مطابق ۱۹/ دسمبر ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش تحریر

استاذ العلماء والمشائخ، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ باب الاسلام ٹھٹہ سندھ

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس، ولی کامل، پیر طریقت حضرت مولانا عبد الواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

امابعد!

ہمارے شیخ، مرشد الامہ، مصلح الکل، فنافی اللہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت اقدس مولانا عبد الواحد رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ونور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت، کتاب وسنت کی اتباع واطاعت علوم دینیہ کی نشر واشاعت اور اصلاح امت کے لیے

وقف تھی۔ سفر میں، حضر میں، مسجد میں، دفتر میں، گھر میں، عوام میں، خواص میں، خلوت میں، جلوت میں الغرض ہر حال و ہر مقام پر کتاب وسنت پرعمل اور خلقت الٰہی کی کتاب وسنت کی طرف رہنمائی دین کی نشر واشاعت اور قرآن وحدیث کی تفسیر تشریح وتوضیح آپؒ کا محبوب وحسین شغل تھا، شہرت جاہ، ریا اور دکھلاوے سے شدید نفرت اور گمنامی تواضع، انکساری سے رغبت کی وجہ سے آپؒ کے فیض ومعرفت کو عام کرنا اور مشہور کرنا آپؒ کی حیات طیبہ میں محال وناممکن اقدام تھا۔

آپؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب زید مجدہم وبورک فی عِلمِہم وعَملِہم استاذ ومفتی جامعہ حمادیہ (جوعلم وعمل میں آپؒ کی ہو بہو تصویر اور آپؒ کی حسن تربیت کے حسین شگوفے ونمونے ہیں۔ آپؒ کے شرعی وقانونی وارث وجانشین ہیں) نے 1995ء سے آپؒ کی مشروط ومحدود اجازت کے ساتھ آپؒ کے درسِ قرآن ودرسِ حدیث، جمعے کے بیانات اور اصلاحی مجالس کے مواعظ وتقاریر کو محفوظ کرنے اور مضامین کے شکل میں ماہنامہ الحماد، اور مستقل رسائل کی زینت بنانے کے کارِ خیر کا آغاز فرمایا۔ حضرتؒ نے محتاط طریقہ سے بذات خود نظر ثانی فرمانے کے بعد شہرت سے نفرت اور ریا کے خوف

سے محدود حد میں اجازت عنایت فرمائی، حضرتؒ کے وصال کے بعد مکمل
اتفاق ومشاورت اور میرے شدید اصرار کے تحت حضرت مفتی صاحب
زیدھم کو آپؒ کی مسند خلافت تفویض ہوئی، اس کے بعد سے بعد سے
ہر ملاقات میں حضرت مفتی صاحب پر یہ بارگراں اور یہ ذمہ داری ان کے
دوش پر ڈالنے کی تاکید کرتا رہا ہوں کہ آپ نے حضرتؒ کے علوم وفیوض
کو جاری وساری رکھنا ہے اور جو سلسلہ 1995ء میں سنبھالا اور شروع
کیا اسے کما حقہ حیا ومیتا باقی رکھنا ہے۔

سلسلے کے تمام معمولات اور حضرتؒ کی حیات کے تمام مشاغل
وفیوضات کی بھاری ذمہ داری کے ساتھ آپؒ کے فیوض وعلوم کی امت میں
نشر واشاعت میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر قدم اٹھانا ہے اور آگے بڑھتے
جانا ہے۔ ہماری دعائیں، محنتیں، وسائل اور مشورے آپ کے ہمقدم
ہونگے۔ان شاء اللہ تعالیٰ

انتہائی خوشی ومسرت اور حمد وشکر کا مقام ہے کہ حضرت مفتی
صاحب زید فضلہم نے سلسلے کے معمولات کو کما حقہ جاری رکھنے کے ساتھ
ساتھ حضرت اقدسؒ کے علوم وفیوض کے سلسلہ درسِ حدیث بعنوان
''مشکوٰۃ نبوت'' کے متعدد کتب ورسائل کو حتمی طباعتی مراحل میں لے آئے
ہیں۔الحمدللہ! اس وقت تک سلسلہ مشکوٰۃ نبوت کی متعدد کتابچے چھپ

کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

اب حضرت مفتی صاحب زید فضلہم انہیں مطبوعہ رسائل مجموعہ کو کتابی شکل میں ''اصلاحی دروس'' کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ بحمداللہ گذشتہ اصلاحی دروس کی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد شائع ہوچکی ہے، جو عوام وخواص کے حلقوں میں بہت مقبول ہوئیں۔

پہلی جلد میں حضرت قدس سرہٗ کے درج ذیل دروس حدیث شامل ہیں۔

(۱) ایمان، زندگی کے لئے ناگزیر ضرورت

(۲) ایمان کامل کے تقاضے

(۳) رمضان المبارک کی اہمیت، آداب ومعمولات

(۴) تجلیاتِ ذکر

(۵) دُعا، دنیاوآخرت کی کامیابی کا زینہ ہے۔

دوسری جلد میں درج ذیل دروسِ حدیث ہیں۔

(۱) معاشرت زندگی کے سنہرے اصول

(۲) بدامنی اور خون ریزی اسلام کی روشنی میں

(۳) اسلام اور عدل وانصاف

(۴) دنیا کی حقیقت اور اعمال کی ضرورت

(۵) اسلام کے معاشرتی حقوق

(۶) درود شریف کے فضائل و برکات

تیسری جلد میں درج ذیل دروسِ حدیث ہیں۔

(۱) اتباع سنت اور راہ نجات

(۲) اتباع سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(۳) اسلامی آدابِ زندگی

(۴) معاشرتی زندگی کے اسلامی آداب

(۵) عظمتِ قرآن اور آدابِ تلاوت

چوتھی جلد حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے۔

(۱) گناہوں سے توبہ کیجئے

(۲) استغفار کے فوائد و برکات

(۳) اچھے اخلاق اپنایئے

(۴) جمعہ کی اہمیت، فضیلت آدابِ اور معمولات

(۵) تواضع و انکساری کے فوائد و برکات

پانچویں جلد حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے۔

(۱) تکبر و غرور کا خوفناک انجام

(۲) تقویٰ کی برکات و ثمرات

(۳) وعدہ خلافی ایک سنگین گناہ

(۴) امانت کی اہمیت اور ہماری کوتاہیاں

(۵) صدقہ کے فضائل و برکات

(۶) عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل و احکام

چھٹی جلد میں حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے

(۱) قربانی کے فضائل و مسائل

(۲) صبر کے فوائد و برکات

(۳) شکر کی اہمیت و فضیلت

(۴) نکاح کی اہمیت، فضیلت اور احکام

(۵) بیوی کے حقوق یعنی شوہر کی ذمہ داریاں

(۶) شوہر کے حقوق یعنی بیوی کی ذمہ داریاں

ساتویں جلد میں حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے

(۱) طلباء دین کا مقام و فضیلت

(۲) علماء دین کا مقام و فضیلت

(۳) مشروبات کے آداب اور احکام

(۴) سلام اور مصافحہ کے آداب

(۵) حسد ایک مہلک گناہ، اس سے بچنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ حضرت والا قدس اللہ سرہ کے قیمتی دروس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور اب حضرت مفتی صاحب زید فضلہم بحمد اللہ اصلاحی دروس کی آٹھویں جلد ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ہماری دعا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے جانشین وخلیفہ مجاز کی حیثیت سے حضرت مفتی صاحب کے علم وعمل اور صلاحیتوں میں ترقی نصیب فرمائے۔ آمین

اللھم وفقه لماتحب وترضیٰ من القول
والفعل والعمل والنية والاخلاص.

محمد ابراہیم عفی عنہ

(حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم)
شیخ الحدیث ومہتمم
جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ
۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ
۱۸ ردسمبر ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال وتاثرات

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی ومہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
(جو حضرتؒ نے اپنی زندگی میں تحریر فرمایا تھا)

اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم، انعام اور احسانِ عظیم ہے کہ اُس ذات عالی نے بچپن سے دینی ماحول، اور ایمانی مراکز سے میرا رشتہ ناطہ جوڑا، غربت میں رکھا، غریب الوطنی میں پھینکا، تن من دھن کی آسائشوں سے دور رہا مگر علمِ دین اور دولت ایمان سے آباد جھونپڑی نما خانقاہوں اور مراکز تعلیم سے وابستہ رکھا۔ جہاں مادّی وسائل اور آسائشیں نہ ہونے کے باوجود روحانی خوشحالی، سکون اور طمانیت کی وہ دولت میسر تھی جس کے لئے دنیا کے عظیم بادشاہ بھی ترستے اور تڑپتے چلے گئے۔ (والحمدللّٰہ علی ذالک)

دارالعلوم دیوبند سے علمی سفر طے کرتے ہوئے جب ارضِ پاک میں داخل ہوا تو صوبہ سندھ کے ایک دورافتادہ، پسماندہ، گمنام بلکہ بے نام علاقہ

ھالیجی شریف کے مقام پر قطب الاقطاب ولی کامل، جنیدِ دوران حضرت مولانا حماد اللہ ھالیجوی قدس اللہ سرّہ العزیز کی قدموں میں جگہ ملی۔ جہاں کے چشمۂ فیض سے سیرابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قابل بنادیا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی دین کی خدمت اور دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے وقف ہوگئی۔

الحمدللہ زندگی کے اس دورانیئے میں جامع مسجد حفیظیہ میں درسِ قرآن و درسِ حدیث اور اصلاحی مجلسوں اور نماز جمعہ سے قبل بیان کا سلسلہ اس کے علاوہ جامعہ حمادیہ اور علاقے کی دیگر مساجد میں بھی یہ تمام سلسلے جاری رہے، جسے بعض مخلص احباب نے اسے ٹیپ کیا اور پھر ان ٹیپ شدہ تقریروں اور بیانات کو قلم بند کروایا، اور پھر جب سے جامعہ حمادیہ کا ترجمان ''ماہنامہ الحماد '' کا اجرا ہوا تقریباً دو عشروں سے ماہنامہ الحماد کے کے صفحات پر ان دروس کو مستقل طور پر درسِ قرآن کو (نور ہدایت) اور درسِ حدیث کو (مشکوٰۃ نبوت) کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے۔

اوراب ضرورت اوراسکی افادیت کومحسوس کرتے ہوئے برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ استاذ ومفتی جامعہ حمادیہ ودیگر متعلقین نے ''الحماد'' کے صفحات پر شائع شدہ ان مضامین کو کتابچے کی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے کئی کتابچے شائع ہوکر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں جو میری نظروں

سے بھی گزرے ہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ برخوردار اور انکے معاونین نے بڑی محنت کی ہے اوران مضامین میں ذیلی عنوانات لگا کر اسکی افادیت کو بڑھادیا ہے مقصود فائدہ اور استفادہ ہے، مجھے اور شائع کنندگان کو دین کی تبلیغ اور نشرواشاعت کا فائدہ ملے گا اور پڑھنے اور مستفید ہونے والوں کو اپنی زندگی دین وشریعت کے مطابق ڈھالنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا عظیم ثمرہ حاصل ہوگا!

دعا ہے کہ جیسا کہا ہے اور نیت کی ہے اللہ تعالیٰ ایسا ہی معاملہ فرمادیں اور ہم سب کو اپنی رضا اور اخروی سرخروئی کی دولت مرحمت فرمادیں، اور اللہ تعالیٰ اسے پوری امت کیلئے نافع بنادیں اور اسے شرف قبولیت سے نوازیں۔ (آمین یارب العالمین)

وصلى الله على نبيه خاتم النبين

محمد عبدالواحد

انتساب

اُن عظیم مشفق ومُربی ہستیوں کے نام جو تصوف وسلوک، طریقت وراہ معرفت ، عبدیت وانابت ، اہتمام سنت واطاعت ، اصلاح ظاہروباطن، بےنفسی وفنائیت، اخلاص کامل وللّٰہیت، تفویض وتوکل، عشق رسول ﷺ کے پیکرِ مجسّم اوراکابرین علماء دیوبند کے مسلک اعتدال اعتدال کی زبانِ ترجمان تھے۔ یعنی

شیخ العرب والعجم، سیدی وسندی

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ

اورمرشدی ومولائی ولی کامل

قطبُ الاقطاب حضرت مولانا

حَمّادُاللہُ ھالیجوی

رحمهم الله رحمة واسعة

غیبت ایک سنگین گناہ

اور

اس کا علاج

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اجاز

مرشد المومنین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حافظ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

غیبت کی برزخی سزا

عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما عرج بى مررت بقوم لهم أظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء يا جبريل قال هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون فى أعراضهم(رواه ابوداؤد)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ: جب مجھے معراج ہوئی تو (ملاء اعلیٰ کے اس سفر میں) میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سرخ تانبے کے سے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو نوچ نوچ کے زخمی کر رہے تھے ، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہیں ، جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی اللہ کے بندوں کی غیبتیں کیا کرتے تھے) اور انکی آبروؤں سے کھیلتے تھے۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علیٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلّم ، امّابعد !

فاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمَ.

قَال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا. اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ، وَ اتَّقُوا اللّٰہَ، اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ. (سورۃ الحجرات: آیت/۱۲)

''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو! اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بہت مہربان ہے۔''

عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اسمع العواتق فی

بیوتها . او قال فی خدورها۔ فقال یا معشر من امن بلسانه ولم یدخل الایمان قلبه . لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم فانه من یتبع عورة اخیه ؟ الله عورته، ومن یتبع الله عورته یفضحه فی جوف بیته.

واخرجه الطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما نحوه ، الا ان فی روایته لا توذوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم . فانه من یتبع عورة اخیه المسلم هتک الله ستره.(کنز العمال ج۸)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا دیا کنواری لڑکیوں کو ان کے گھروں میں، یا (یہ کہا کہ ان کے پردوں میں) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جماعت ان لوگوں کی، جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہیں اور ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو، اس لئے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو تلاش کریں گے، اور جس شخص کے عیب اللہ تعالیٰ تلاش کریں

گے، اس کو اس کے گھر بیٹھے رسوا کر دیں گے، یہی خطبہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی نے روایت کیا،
اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ اہل ایمان کو ایذا نہ پہنچاؤ، اور
ان کے عیوب کو تلاش نہ کرو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان
بھائی کے عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا پردہ چاک
کر دیں گے۔"

فائدہ

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ ہے، اور اس میں مسلمانوں کی معاشرت کے بارے میں بطور خاص دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، ایک یہ کہ مسلمانوں کی غیبتیں نہ کرو، اور دوسرے یہ کہ ان کے عیوب کو تلاش نہ کرو۔

غیبت اور تجسس منافقین کی عادت تھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے لوگ منافق تھے، جو ظاہر میں کلمہ پڑھتے تھے، اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے تھے، لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے تھے، گویا مسلمانوں کی غیبت کرنا، ان کے عیوب کو تلاش کرنا، اور ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنا یہ منافقین کا وطیرہ تھا مسلمانوں کا نہیں۔

غیبت کی مذمت قرآن کریم میں

سورۃ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ ○

”اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے، اور جو باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں، اے ایمان والو! بہت سے گمانوں

سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور سراغ
مت لگایا کرو، اور کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرو، کیا تم میں
سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا
گوشت کھائے؟ اس کو تو ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ سے
ڈرتے رہو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا
مہربان ہے۔" (بیان القرآن)

اصل موضوع تو آج کی نشست میں غیبت کا ہے لیکن اس آیت مبارکہ میں باہمی زندگی گزارنے کے حوالے سے چند احکام دیے گئے ہیں، مختصر انداز میں اسے بھی سامنے رکھیں، یہ بڑی اہم نصیحتیں ہیں جو اہل ایمان کو خاص طور پر فرمائی گئی ہیں۔

ایک دوسرے کا مذاق اڑانے کی ممانعت

پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ تم ایک دوسرے کا مذاق مت اڑاؤ چونکہ مردوں کا آپس میں زیادہ ملنا جلنا رہتا ہے اور عورتوں کا عورتوں سے زیادہ میل جول رہتا ہے اس لئے طرز خطاب یوں اختیار فرمایا کہ مرد مرد کا مذاق نہ بنائیں اور عورتیں عوتوں کا مذاق نہ بنائیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا مذاق اڑانے کی اجازت دی گئی ہے، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہنسی کرنے والوں کو اس کا کیا حق ہے، کہ کسی کا مذاق بنائیں اصل بڑائی ایمان اور اعمال صالحہ سے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے سے ہے، کوئی

شخص دوسرے آدمی کے اعمال اور باطنی جذبات، اخلاص وحسن نیت کو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں؟ موت کے بعد کون کس سے افضل ہوگا اس کا بھی علم نہیں، ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق بنایا جارہا ہے وہ مذاق بنانے والے سے بہتر ہو مردوں میں بھی یہی بات ہے اور عورتوں میں بھی اگر موت کے بعد اچھے حال کا اور جس کا مذاق بنا رہے ہیں اس کی بدحالی کا یقین ہو جاتا تو تمسخر کرنے کی کوئی وجہ بھی تھی، لیکن جب اپنے ہی بارے میں علم نہیں کہ میرا کیا بنے گا تو دوسرے کا مذاق بنانا کیسا؟ کسی کا مذاق بنانے میں ایک تو تکبر ہے کیونکہ مذاق بنانے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ ہے اگر اپنے حالات کا استحضار ہو تو کبھی کسی کی برائی اور غیبت کرنے اور کسی کا مذاق بنانے کی نہ ہمت ہو نہ فرصت ملے، دوسرے کا مذاق بنانے میں ایذاء رسانی بھی ہے اس سے اس کو قلبی تکلیف ہوتی ہے جس کا مذاق بنایا گیا ہے اور ایذاء دینا حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر (جس سے اسے تکلیف پہنچے) اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے)۔'' (مشکوۃ المصابیح)

فائدہ

خوش طبعی کے طور پر جو آپس میں مذاق کیا جائے جسے عربی میں مزاح کہتے ہیں وہ درست ہے مگر جھوٹ بولنا اس میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر مزاح سے کسی کو تکلیف ہوتی ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی مزاح فرما لیتے تھے آپ نے فرمایا میں اس موقع پر بھی حق بات ہی کہتا ہوں۔

مذاق اور مزاح میں فرق

ایک چیز ہے مذاق اڑانا، اور ایک ہے مزاح کرنا، دونوں کے درمیان فرق ہے مذاق اڑانے سے دوسرے کی تخفیف مراد ہوتی ہے، یعنی دوسرے کی عزت کو ہلکا کرنا اور جس شخص کا مذاق اڑایا جائے، اس سے ہنسی اور تمسخر کیا جائے وہ بے چارا سبکی محسوس کرتا ہے، اور مزاح سے مراد اس کو مانوس کرنا ہوتا ہے، یعنی کوئی ایسی بات کہی کہ جس سے خوش طبعی پیدا ہو جائے اور دوسرا آدمی مانوس ہو جائے، دل توڑنے کا نام خوش طبعی نہیں، اس میں بھی جھوٹ کی گنجائش نہیں، یہ ہماری بدمذاقی ہے کہ کہتے ہیں کہ میں تو ویسے ہی مذاق کر رہا تھا، اس میں ایک تو مذاق اڑانے کا گناہ ہوا، دوسرا جھوٹ بولنے کا۔

خوش طبعی میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں

حالانکہ خوش طبعی کی بات میں جھوٹ بولنا بھی جائز نہیں، خلاف واقعہ

بات بیان کرنا بھی جائز نہیں، اس معاملے میں ہمارے ہاں بڑی گڑ بڑ ہوتی ہے، کسی کو پریشان کرنے کیلئے فرضی کہانی سنا دی، بعد میں کہہ دیا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا، اس سے بچنا چاہیے۔

خلاصہ

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ کسی مردوں کی جماعت کو مردوں کا اور کسی عورتوں کی جماعت کو عورتوں کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے افراد کو ذکر نہیں فرمایا، مراد فرد ہے یعنی مردوں کی جماعت میں سے کوئی فرد کسی فرد کا مذاق نہ اڑائے، اور عورتوں کی جماعت میں سے کوئی عورت کسی عورت کا مذاق نہ اڑائے، ان دونوں جنسوں کو اللہ تعالیٰ نے الگ الگ بیان فرمایا ہے، اس لیے کہ اگر مردوں کی جماعت عورتوں کا مذاق اڑائے تو یہ مروت کے خلاف ہے، اور اگر کوئی عورت کسی مرد کا مذاق اڑائے تو یہ خلاف حیا ہے، تو گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی مرد کسی عورت کا مذاق اڑائے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی عورت کسی مرد کا مذاق اڑائے اس لئے دو صورتوں کو بیان فرمایا ہے اور دو کو حذف کر دیا واللہ اعلم۔

کسی پر طعن کرنے کی ممانعت

دوسری نصیحت یہ فرمائی:

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ.

''اور اپنی جانوں کو عیب نہ لگاؤ۔''

یہ بھی بہت جامع نصیحت ہے کسی کو طعنہ دینا اس کے جسم میں، بول چال میں قد میں عیب ظاہر کرنا زبان سے ہو یا اشارہ سے خط میں لکھ کر یا مضمون شائع کر کے لفظوں کے عموم میں یہ سب باتیں آ گئیں، اگر کسی میں کوئی عیب موجود ہو تب بھی عیب ظاہر کرنے کے طور پر بیان کرنا حرام ہے کسی دراز کو لمڈھک یا لمبو یا پستہ قد کو ٹھگنا بتا دیا کسی کے ہکلے پن کی نقل اتار دی، جس کی چال میں فرق ہے اسے لنگڑا کہہ دینا نابینا کو اندھا کہہ کر پکارنا سیدھے آدمی کو بدھو کہنا یہ سب عیب لگانے کے زمرے میں آتا ہے، یہ سب اور اس طرح کی جو باتیں عام طور پر رواج پذیر ہیں ان سب باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہہ دیا کہ صفیہ کا قد بس اتنا سا ہے (اور بطور عیب لگانے کے کہا) آپ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کر کے رکھ دے۔ (مشکوۃ شریف)

یاد رہے کہ:

وَلَا تَلْمِزُوْا غَيْرَكُمْ.

نہیں فرمایا۔ بلکہ

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ.

فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک ہی ہیں جب کسی کو کچھ کہیں گے تو وہ الٹ کر جواب دے گا اس طرح سے اپنا عمل اپنی ہی طرف لوٹ کر آ جائے گا دوسرے کو عیب لگانے والا خود اپنی بے آبروئی کا سبب بنے گا۔

طعنے دینے کا عذاب

سورۃ الھمزہ میں ایسے شخص کے لئے ''وَیْل'' کا لفظ استعمال کیا ہے،

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ.

''بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو، اور رو در رو طعنہ دینے والا ہو۔''

هُمَزَہ اور لُمَزَہ یہ دو لفظ ہیں، دونوں کو یاد رکھیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم میں دونوں برائیاں موجود ہوں، ایک ہوتا ہے عیب جو، عیب تلاش کرنے والا، اور ایک ہوتا ہے عیب کو عیب کے متعلق باتیں کرنے والا، عیب جو ہونا اور عیب گو ہونا یہ دو علیحدہ علیحدہ بیماریاں ہیں، اور بعض لوگوں میں یہ دونوں بیماریاں ہوتی ہیں، وہ عیب جو بھی ہوتے ہیں اور عیب گو بھی ہوتے ہیں اسی لیے همزہ لمزہ دو لفظ استعمال کیے۔

اب قیامت کے دن ایسے بندے کے لیے جو عیب گو ہوگا اور عیب جو ہوگا کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ جہنم کے اندر ایک خاص جگہ بنائیں گے جس کو ھاویہ

کہتے ہیں، اس کے اندر آگ کے ستون ہوں گے، اس بندے کو زنجیروں کے ساتھ ان ستونوں کے ساتھ باندھ دیا جائے گا، اور پھر آگ کے انگارے ہوں گے، اور وہ آگ کے انگارے جیسے شرلی پھینکتے ہیں اور وہ دور جاتی ہے اور پھٹ جاتی ہے اسی طرح سے وہ آگ کے انگارے اٹھیں گے اور سب کے سب اس کے دل کے اوپر آ کے لگیں گے جیسے میزائل مارتے ہیں، یوں سمجھیے کہ جہنم کی آگ میں سے آگ کے بنے ہوئے میزائل چلیں گے اور اس کے دل کو نشانہ بنائیں گے، نَارُ اللّٰہِ یہ اللہ کی بنائی ہوئی آگ ہوگی، اللہ نے اسپیشل بنائی ہوگی تو لوگوں کے دلوں کو جلاتے تھے، آؤ تمہارا انتظار ہے، یہ آگ بنی ہی اسی لیے ہے:

اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ.

''وہ آگ جو انسان کے دلوں کو جلائے گی۔''

باقی جسم کی بات نہیں کی دل کی بات کی، تم لوگوں کے دلوں کو جلاتے تھے، ہم جہنم میں تمہارے دلوں پر نشانہ لگائیں گے، تو یاد رکھیے! کہ زبان سے جو بھی غیبت کا فقرہ نکل رہا ہے، ہر فقرے کے بدلے آگ کا کوئی نہ کوئی ایک شرارہ ہمارے دل کو آ کے جلائے گا، ہم کسی کی غیبت نہیں کر رہے، ہم اپنے لیے ان شراروں کو جمع کر رہے ہیں، ان انگاروں کو جمع کر رہے ہیں، تو آج غیبت کرنی آسان کل اس کا عذاب برداشت کرنا مشکل کام ہے۔

کسی کی عیب جوئی کرنا اور کسی کو اس کے عیوب کا طعنہ دینا بڑا گناہ ہے، بعض لوگوں کا ہاضمہ ایسا خراب ہوتا ہے کہ کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو جب تک وہ لوگوں کے سامنے اچھالے گا نہیں، اس غریب کی روٹی ہضم نہیں ہوتی، تو ایسے لوگوں کو اگر کسی کا عیب معلوم ہو جائے اور وہ اس کو لوگوں کے پاس گائیں نہیں تو ان کا پیٹ پھول جاتا ہے، کسی کا عیب کسی کے سامنے بیان کرنا کم ظرفی کی علامت ہے، اکابر فرماتے ہیں ''صدور الاحرار قبور الاسرار'' یعنی آزاد اور شریف لوگوں کے سینے لوگوں کے بھیدوں کی قبریں ہیں، لوگوں کے راز کی باتیں ان کے سینوں میں اتنی محفوظ ہیں کہ کسی کو خبر نہیں، تو شریف لوگ تو وہ ہیں جن کو لوگوں کی باتیں اور ان کے عیوب معلوم ہیں، مگر کبھی کسی کے سامنے ان کا اظہار نہیں کیا، الغرض کسی کا عیب اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا غیبت کہلاتا ہے اور اس کے منہ پر بیان کرنا طعن کہلاتا ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نہ کسی کی غیبت کرو اور نہ ایک دوسرے کو طعن کرو۔

برے القاب سے پکارنے کی ممانعت

تیسری نصیحت یہ فرمائی:

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ.

''اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو۔''

ایک دوسرے کو برا لقب دینے اور برے القاب سے یاد کرنے کی

ممانعت فرمائی ہے، مثلاً کسی مسلمان کو فاسق یا منافق یا کافر کہنا یا کسی ایسے لفظ سے یاد کرنا جس سے برائی ظاہر ہوتی ہو اس سے منع فرمایا، کسی کو کتا یا گدھا یا خنزیر کہنا کسی نومسلم کو اس کے سابق دین کی طرف منسوب کرنا یعنی یہودی یا نصرانی کہنا یہ سب تنابزوا بالالقاب میں آتا ہے یہ بھی حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے یہودی دین پر تھیں ان کا اونٹ مریض ہو گیا تو آپ نے اپنی دوسری اہلیہ زینب بنت جحش سے فرمایا کہ اسے ایک اونٹ دیدو، انہوں نے کہا کیا میں اس یہودی عورت کو دے دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب کی وجہ سے غصہ ہو گئے اور ذی الحج اور محرم اور کچھ صفر کا حصہ ایسا گزرا کہ آپ نے زینبؓ سے تعلقات نہیں رکھے۔ (ابوداؤد، مسند احمد میں ہے کہ یہ واقعہ سفر حج کا ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آیت میں تنابزوا بالالقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو، اور پھر اس سے تائب ہو گیا اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے عنوان سے پکارا جائے مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ کہہ دیا جائے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عیب دار بتایا یعنی عیب لگایا تو یہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ کو نہ کرے۔

(مشکوٰۃ شریف)

پھر فرمایا:

لِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ.

''اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مؤمن ہو، اگر کسی کا مذاق بناؤ گے، عیب لگاؤ گے برے لقب سے یاد کرو گے، تو یہ فسق کا کام ہوگا، کہنے والے کہیں گے کہ دیکھو وہ آدمی فاسق ہے مسلمان ہو کر فسق اور گناہگاری کا کام کرتا ہے اپنی ذات کو برائی سے موصوف اور معروف کرنا بری بات ہے کوئی شخص مومن ہو اور اس کی شہرت گناہگاری کے ساتھ ہو، یہ بات اہل ایمان کو زیب نہیں دیتی، جب اسلام کو اپنا دین بنا لیا تو اسلام ہی کے کاموں پر چلیں اور صالحین میں شمار ہوں فاسقین کی فہرست میں کیوں شمار ہوں، تفسیر قرطبی میں

بِئْسَ لِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ.

کا ایک معنیٰ یہ لکھا ہے کہ جب کسی شخص نے گناہ کر لیا پھر توبہ کر لی تو اس کو فسق کے نام سے یاد کرنا بری بات ہے مثلاً نومسلم کو کافر بتانا یا سابق گناہ کی وجہ سے زانی یا سارق یا چور کہنا بری بات ہے یعنی جس کے حق میں یہ بات کہہ رہے ہو، اس کو برے لقب سے کیوں یاد کر رہے ہو؟ اس کی آبرو کے خلاف لقب کیوں دے رہے ہو؟

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو زمانۂ جاہلیت میں ہم

میں سے ہر ایک کے دو، چار، چار نام تھے، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو اس کا نام لیکر بلایا، تو عرض کیا گیا کہ وہ شخص اس نام سے بلائے جانے کو پسند نہیں کرتا، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان عام فرمادیا، اور ممانعت فرمادی کہ کسی شخص کا ایک سے زیادہ نام رکھا جائے، اور یہ جو برے برے لقب لوگوں نے تجویز کر رکھے ہیں، ان القاب کو استعمال نہ کیا جائے، اصل نام کو چھوڑ کر یہ جو اور نام رکھے جاتے ہیں وہ کسی نہ کسی عیب کو ظاہر کرتے ہیں، اس لئے اللہ نے برے القاب سے پکارنے کی ممانعت فرمادی۔

بدگمانی کی ممانعت

چوتھی نصیحت: یہ فرمائی:

یَآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ.

"اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو۔"

ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ.

"بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔"

بات یہ ہے کہ بدگمانی بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتی ہے بہت سے لوگوں میں وہ بات ہوتی ہی نہیں جسے محض اٹکل اور گمان سے طے کرلیا جاتا ہے اور پھر اپنے گمان کے مطابق تہمتیں لگاتے ہیں اور غیبتیں کرتے ہیں، بدگمانی

کی بنیاد پر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ آگے بڑھتی ہیں اس سے آپس میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے حالانکہ گمان اپنا ایک ذاتی خیال ہوتا ہے خیال کا صحیح ہونا ضروری نہیں اسی لئے سورۃ النجم میں فرمایا ہے:

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا.

''گمان حق کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔''

مومنین سے اچھا گمان رکھیں اور بدگمانی سے پرہیز کریں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث. (مشکوٰۃ شریف)

''گمان سے بچو کیونکہ گمان سب باتوں سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔''

وضاحت......

یاد رہے کہ اگر کسی شخص سے کچھ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے میل جول میں احتیاط کرنا اور اس کے شر سے بچنے کیلئے یہ خیال کرنا کہ ممکن ہے کہ یہ مجھے کوئی تکلیف پہنچا دے یہ اس گمان میں نہیں آتا جو گناہ ہے اپنی احتیاط کرلے غیبت نہ کرے اور گمان کو یقین کا درجہ بھی نہ دے۔

آیت کریمہ میں فرمایا کہ اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بعض

گمان گناہ نہیں ہوتے بلکہ محمود اور مستحسن بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ اچھا گمان رکھے کہ وہ بخش دے گا معاف فرمادے گا اور ساتھ ہی گناہوں سے پرہیز کرتا رہے، نیز مسلمانوں کے ساتھ خاص کر جو مؤمنین صالحین ہوں اچھا گمان رکھا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ العِبَادَةِ.(مشکوٰۃ شریف)

''حسن ظن عبادت کی ایک صورت ہے۔''

البتہ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایسے احوال اور ایسے مواقع سے بچیں جن کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اور ساتھ رہنے والوں کو بدگمانی ہوسکتی ہو، اپنے اعمال واحوال چال ڈھال اور اقوال میں ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے لوگوں کی بدگمانی کا شکار ہوجائے کیونکہ لوگوں کی نظروں میں برا بن کر رہنا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

بدگمانی کی فتنہ سامانی

جس گھر میں بدگمانی داخل ہوجائے وہ گھر اجڑ جاتا ہے اور جس معاشرے میں بدگمانی کا دور دورہ ہو جائے وہ معاشرہ تباہ وبرباد ہوجاتا ہے، کیونکہ جب ہر آدمی دوسرے کی بات کا الٹا مطلب لے گا اور ہر شخص دوسرے

سے بدگمان رہیگا تو باہمی اعتماد کیسے پیدا ہوگا؟ اور معاشرہ صحیح نہج پر کیسے قائم رہے گا؟ اس لئے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

کسی کی جاسوسی کرنے کی ممانعت

پانچویں نصیحت: یوں فرمائی:

وَلَا تَجَسَّسُوْا.

''اور تم تجسس نہ کرو۔''

یعنی لوگوں کے عیوب کا سراغ نہ لگاؤ اور اس تلاش میں نہ رہو کہ فلاں شخص میں کیا عیب ہے اور تنہائی میں کیا عمل کرتا ہے یہ تجسس کا مرض بھی بہت برا ہے، بہت سے لوگ اس میں مبتلا رہتے ہیں حالانکہ اس کا وبال بہت بڑا ہے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا مل جاتی ہے اور تجسس کرنے والا ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے، بہت سی مرتبہ تجسس میں بدگمانی کو استعمال کرنا پڑتا ہے جس کی ممانعت ابھی معلوم ہوئی، مومن کا کام یہ ہے کہ اگر اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب دیکھے تو اس کو چھپائے نہ یہ کہ کسی عیب کے پیچھے پڑے اور ٹوہ لگائے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی کوئی ایسی چیز دیکھ لی جس کے ظاہر ہونے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا پھر اس کو چھپالیا تو اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ جیسے کسی نے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو زندہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ اے وہ لوگو جو زبانی طور پر مسلمان ہو گئے اور ان کے دلوں میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو تکلیف نہ دو انہیں عیب نہ لگاؤ، ان کے چھپے ہوئے حالات کی تلاش میں نہ لگو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پوشیدہ عیب کے ظاہر ہونے کے پیچھے پڑتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ اس کے چھپے ہوئے عیب کا پیچھا کرتا ہے یہاں تک کہ اسے رسوا کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔ (ترمذی)

فائدہ

یاد رہے کہ جس طرح سے بھی کسی کے عیب یا گناہ یا بدحالی کا پتہ چلایا جائے یہ سب تجسس میں داخل ہے چھپ کر باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا ظاہر کر کے کسی کی باتیں معلوم کر لینا، یہ سب تجسس ہے جو ممنوع ہے۔

کسی کی غیبت کرنے کی ممانعت

چھٹی نصیحت: یہ فرمائی

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضاً.

''کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔''

مزید فرمایا:

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ.

”کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے
ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو۔“

یعنی غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے جیسے تمہیں مردہ بھائی کا گوشت کھانا گوارا نہیں اسی طرح غیبت کرنا بھی ناگوار ہونا لازم ہے، بات یہ ہے کہ غیبت بہت بری بلا ہے نمازی اور تقویٰ کے دعویدار اور اپنی بزرگی کا گمان رکھنے والے تک اس میں مبتلا ہوتے ہیں، دنیا میں کچھ محسوس نہیں ہوتا قیامت کے دن جب اتنی چھوٹی سی زبان کی کھیتیاں کاٹنی پڑیں گی تو اس وقت احساس ہوگا کہ ہائے ہم نے کیا کیا لیکن اس وقت کا پچھتانا کام نہ دے گا، اب اس بات کو سمجھیں کہ غیبت کیا چیز ہے؟

غیبت و بہتان کی حقیقت

عن أبی هريرة أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال أتدرون ما الغيبة قالوا الله ورسوله أعلم قال ذكرك أخاك بما يكره قيل افرايت إن كان فی أخی ما أقول قال إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته وإن لم يكن فيه فقد بهته (رواه مسلم)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا تمہارا اپنے کسی بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جس سے اس کو ناگواری ہو (بس یہی غیبت ہے) کسی نے عرض کیا کہ حضرت اگر میں اپنے بھائی کی کوئی ایسی برائی ذکر کروں جو واقعۃً اس میں ہو (تو کیا یہ بھی غیبت ہے؟) آپ نے ارشاد فرمایا غیبت جب ہی ہوگی جبکہ وہ برائی اس میں موجود ہو، اور اگر اس میں وہ برائی اور عیب موجود ہی نہیں ہے (جو تم نے اس کی طرف نسبت کر کے ذکر کیا) تو پھر تو یہ بہتان ہوا (غیبت سے بھی زیادہ سخت اور سنگین ہے)۔"

فائدہ

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی کا واقعی عیب یا گناہ بیان کرنا ہی غیبت ہے اگر جھوٹی بات کسی کے ذمہ لگادی تو وہ تو تہمت دھرنا ہوا اس میں دوگنا گناہ ہے، ایک گناہ تہمت دھرنے کا دوسرا غیبت کرنے کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ اپنے بھائی کو ایسے طریقے پر یاد کرنا جس سے اسے ناگواری ہو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ سامنے کہنا بھی غیبت ہے

اور تہمت دھرنا بھی غیبت میں شامل ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں سننے والے کو ناگوار ہوتی ہیں، غیبت کی بنیاد یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسے برا لگے سامنے ہو یا پیچھے، جو لوگ غیبتیں کرتے ہیں پھر یوں کہہ دیتے ہیں کہ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں میں اس کے منہ پر کہہ سکتا ہوں حدیث بالا سے ان کی جرأت بے جا کا پتہ چلا، ایسے لوگ نفس اور شیطان کے دھوکے میں ہیں، گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں جس کا عذاب اور وبال بہت بڑا ہے اور سمجھتے یوں ہیں کہ ہم گناہ سے بری ہیں اللہ تعالیٰ شانہ سمجھ دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ایسی بات کے ساتھ تذکرہ کرو، کہ اگر اس کے سامنے تذکرہ کیا جاتا تو اس کو برا لگتا، پیٹھ پیچھے اس لئے تذکرہ کرتے ہیں کہ اگر سامنے تذکرہ کریں تو اس کو برا لگے گا، اور وہ ناراض ہوگا، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ یہ فرمائیے کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں بیان کرتا ہوں، یعنی سچی بات کہوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ اس میں نہیں پائی جاتی بلکہ اپنے پاس سے گڑھ کر کے اس سے منسوب کی تو پھر تم نے اس پر بہتان باندھا، پھر یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے، جب تم کسی آدمی کی برائی کرو گے، اس کی پیٹھ پیچھے، تو دو ہی شکلیں ہیں، یا تو واقعتاً اس میں وہ پائی جاتی ہے تو یہ غیبت ہوگی

اور غیبت، زنا سے بدتر ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیبت سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ کسی آدمی کا تذکرہ اس کی پیٹھ پیچھے مت کرو، جب بھی تذکرہ کرو گے تو بات کھینچ کر قدرتی طور پر غیبت پر آ جائے گی۔

غیبت اور بہتان بدترین گناہ

چونکہ غیبت سے ایک شخص کی رسوائی اور بے آبروئی ہوتی ہے، اور اس کو روحانی تکلیف پہنچتی ہے، اور دلوں میں فتنہ وفساد کا بیج پڑتا ہے، جس کے نتائج بعض حالتوں میں بڑے خطرناک اور دوررس نکلتے ہیں اس لئے غیبت کو بھی سخت ترین گناہ قرار دیا گیا ہے اور اس کی انتہائی شناعت اور گندگی کو ذہن نشین کرنے کیلئے قرآن و حدیث میں "اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے" سے اس کو تشبیہ دی گئی ہے، بہرحال غیبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں نہایت ذلیل اور گھنونی بداخلاقی اور گناہ کبیرہ قرار دیا ہے، اور بہتان کا درجہ اس سے بھی آگے ہے، بہتان اس کا نام ہے کہ اللہ کے کسی بندے کی طرف ایسی کسی برائی اور بداخلاقی کی نسبت کی جائے جس وہ بالکل بری اور پاک ہو، ظاہر ہے کہ یہ بڑی شقاوت کی بات ہے، اور ایسا کرنے والے اللہ کے اور اسکے بندوں کے سخت ترین مجرم ہیں۔

مسلمان بھائی کا دفاع کرنا دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ

جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت سننا بھی حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر لازم ہے کہ اس کی کاٹ کرے اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرے، حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کی طرف سے دفاع کیا جس کا غیبت کے ذریعہ گوشت کھایا جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اسے دوزخ سے آزاد کردے۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے اللہ تعالیٰ شانہ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس سے دور رکھے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریم:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (مشکوٰۃ شریف)

تلاوت فرمائی۔

اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی منافق کی باتوں سے کسی

مؤمن کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا، اور جس کسی شخص نے مسلمان میں کوئی عیب ظاہر کیا اللہ اسے دوزخ کے پل پر روک دے گا جب تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نہ نکل جائے یعنی معافی مانگ کر اسے راضی نہ کر لے جس کو عیب دار بتایا تھا۔ (ابوداؤد)

اور حضرت جابر اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی مسلمان کی کسی جگہ بے حرمتی کی جارہی ہو اور اس کی آبروگھٹائی جارہی ہو اور وہاں جو شخص موجود ہو اس کی مدد نہ کرے (یعنی برائی کرنے والے کو اس کے عمل سے نہ روکے) تو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ میں اسے بغیر مدد کے چھوڑ دے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا، اور جس کسی نے مسلمان کی ایسی جگہ مدد کی جہاں اس کی آبروگھٹائی جارہی ہو اور بے حرمتی کی جارہی ہو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ایسی جگہ میں مدد فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ

ان روایات سے معلوم ہوا کہ غیبت کرنا بھی حرام ہے اور غیبت سننا بھی حرام ہے اگر کسی کے سامنے کوئی شخص کسی کی غیبت کرنے لگے تو اس کا دفاع کرے۔

غیبت کے مختلف انداز

اشارہ کے ذریعہ غیبت کرنا

غیبت میں جس طرح زبان سے کوئی بات کہنا داخل ہے اسی طرح اپنے کسی عمل سے کسی کی برائی ظاہر کرنا بھی غیبت میں داخل ہے۔

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھیں، باتوں باتوں میں ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر آ گیا ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد ذرا چھوٹا تھا، تو حضرت عائشہؓ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کر دیا کہ وہ چھوٹے قد والی ٹھگنی، زبان سے یہ نہیں کہا کہ وہ ٹھگنی ہیں بلکہ صرف ہاتھ سے اشارہ کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! آج تم نے ایک ایسا عمل کیا کہ اگر اس عمل کی بو اور اس کا زہر سمندر میں ڈال دیا جائے تو پورے سمندر کو بدبودار اور زہریلا بنا دے، اب آپ اندازہ لگائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کے معمولی اشارے کی کتنی شناعت بیان فرمائی ہے اور پھر فرمایا کہ کوئی شخص مجھے ساری دنیا کی دولت لا کر دے دے تو بھی میں کسی کی نقل اتارنے کو تیار نہیں، جس میں دوسرے کا استہزاء ہو جس میں اس کی برائی کا پہلو نکلتا ہو۔ (ترمذی)

کسی کی نقل اتارنا بھی غیبت ہے

اس سے پتہ چلا کہ کسی کی نقل اس کی غیر موجودگی میں اس انداز سے اتارنا کہ جس سے لوگ ہنسیں اور اس کے بارے میں کوئی برا تأثر لیں ،اور جب سامنے والے کو پتہ چلے کہ میری اس طرح نقل اتاری گئی تھی تو اس سے اس کو تکلیف ہو، یہ بھی غیبت میں داخل ہے،اور اگر نقل اتارنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس سے اس کا مذاق اڑایا جائے ،اس کی تذلیل کی جائے تو پھر دوھرا گناہ ہے،ایک غیبت کرنے کا گناہ،دوسرے مذاق اڑانے کا گناہ۔

دوسرے کا مذاق اڑانا بھی غیبت ہے

ہم ذرا اپنے چاروں طرف نظریں دوڑا کر دیکھیں ،یہ نظر آئے گا کہ ہمارے مجلسوں میں یہ سب کام ہوتے ہیں ،ہماری مجلسوں میں دوسروں کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے،ان کا استہزاء بھی کیا جاتا ہے،اور اس کے ذریعہ مجلسیں گرم کی جاتی ہیں،اس سے مزے لئے جاتے ہیں،کوئی شخص یہ کہے کہ آپ نے اس پر پابندی لگا کر ہماری مجلسوں کا لطف اور مزہ ہی ختم کر رہے ہیں ،کیونکہ اگر مجلسوں سے یہ چیزیں ختم کردی جائیں تو ہمارا مزہ ہی ختم ہو جائے گا ،تو میرے بھائیو!

ذرا یہ سوچو کہ آپ کو تو اس کا مذاق اڑانے میں مزہ آرہا ہے،لیکن جس شخص کا مذاق اڑایا جارہا ہے،اس کے دل سے پوچھو کہ اس پر کیا گزرے گی ،

اور یہ سوچے کہ اگر میرے ساتھ یہ معاملہ ہوتا، اور میرا اس طرح مذاق اڑایا جاتا، میری اس طرح تذلیل کی جاتی تو میرے دل پر کیا گزرتی؟ اگر تم اس مذاق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کے لئے کیوں پسند کرتے ہو، ارے مؤمن کا معاملہ تو وہ ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ:

احب لغیرک ماتحب لنفسک اکرہ لغیرک ماتکرہ لنفسک.

یعنی دوسرے کے لئے وہی بات پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، اور دوسرے کے لئے وہی بات ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو، جب کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کرنے کی نوبت آجائے تو اپنے آپ کو اس کی جگہ کھڑا کر کے دیکھ لو اگر میں اس کی جگہ ہوتا، اور میرے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا تو آیا مجھے پسند ہوتا یا ناپسند ہوتا، اس سے مجھے صدمہ ہوتا، یا خوشی ہوتی، اگر تمہیں ناپسند ہوتا، اور صدمہ ہوتا تو پھر وہ کام دوسرے کے لئے نہ کرو، یہ نہ ہو کہ آپ نے دو پیمانے بنا لئے ہوں، ایک اپنے لئے، اور ایک دوسروں کے لئے، اپنے لئے اور پیمانہ، دوسروں کے لئے اور پیمانہ، اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ جو پیمانہ اپنے لئے اختیار کیا ہے، وہی پیمانہ دوسروں کے لئے بھی ہونا چاہیے۔

یہ بھی غیبت کے اندر داخل ہے

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو بات فلاں شخص کے بارے میں کہہ رہے ہیں کوئی جھوٹ تھوڑی کہہ رہے ہیں، ہم تو سچ کہہ رہے ہیں، کہ واقعی اس

کے اندر یہ برائی پائی جاتی ہے، وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غیبت نہیں ہوئی، لیکن اس حدیث نے بتادیا کہ اگر تم سچی بات اس کے پیٹھ پیچھے کہہ رہے ہو، مگر اس کو یہ تذکرہ ناگوار ہو تو وہ غیبت میں داخل ہے، اور اگر جھوٹ بولا ہے تو یہ بہتان بھی ہے، ڈبل گناہ ہے۔

اس طرح کہنا بھی جائز نہیں

بعض لوگ غیبت کو جائز کرنے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں تو یہ بات اس کے منہ پر کہنے کو تیار ہوں، اس کے ذریعے وہ بتانا چاہتے ہیں یہ غیبت نہ ہوئی، یہ خیال بھی غلط ہے، ارے منہ پر کہنا ہو تو بیشک کہو، لیکن منہ پر کہنا بھی اس وقت جائز ہے جب خیر خواہی کیلئے کہہ رہے ہو، فرض کرو کہ ایک آدمی نماز نہیں پڑھتا، آپ اس کو محبت سے، پیار سے، ہمدردی سے کہیں کہ بھائی جان! نماز فرض ہے، آپ نماز پڑھا کریں، اس میں کوئی حرج نہیں ،لیکن اگر عیب لگانے کی غرض سے، بدخواہی کی نیت سے، ذلیل کرنا، رسوا کرنا مقصود ہو تو پھر چاہے اس کے منہ پر کہو، تو بھی حرام ہے، اور پیٹھ پیچھے کہنا تو کسی حال میں جائز نہیں، اس لئے کہ اگر آپ کو اس کے ساتھ ہمدردی مقصود ہوتی، خیر خواہی اور اس کی اصلاح مقصود ہوتی تو براہ راست اس سے وہ بات کہتے کہ بھائی، آپ کے بارے میں خبر ملی ہے، یہ بات اچھی نہیں ہے ،آپ اپنی حالت درست کر لیجئے ،لیکن آس پاس کے پیچھے دوسرے لوگوں

کے سامنے کہہ رہے ہیں، اس میں کوئی خیر خواہی نہیں، بلکہ بدخواہی ہے ،اور اسی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے۔

فاسق و فاجر کی غیبت بھی جائز نہیں

حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے، اسی مجلس میں کسی شخص نے حجاج بن یوسف کی برائیاں شروع کر دیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹوکا اور فرمایا کہ ''دیکھو یہ جو تم ان کی برائیاں بیان کر رہے ہو، یہ غیبت ہے، اور یہ مت سمجھنا کہ اگر حجاج بن یوسف کی گردن پر سیکڑوں انسان کا خون ہے تو اب اس کی غیبت حلال ہوگئی، حالانکہ اس کی غیبت حلال نہیں ہوئی، بلکہ اللہ تعالیٰ جہاں حجاج بن یوسف سے ان سیکڑوں انسانوں کے خون کا حساب لیں گے جو اس کی گردن پر ہیں تو وہاں اس غیبت کا بھی حساب لیں گے جو تم اس کے پیچھے کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، آمین

لہٰذا یہ مت سمجھو کہ فلاں شخص فاسق و فاجر اور بدعتی ہے، اس کی جتنی چاہو غیبت کرلو، بلکہ اس کی غیبت کرنے سے احتراز کرنا واجب ہے۔

غیبت زنا سے بھی سخت اور سنگین ہے

عن أبی سعد ، وجابر بن عبد الله ، قال: قال رسول

اللہ صلی اللہ علیه وسلم : الغیبة أشد من الزنا ،
قالوا یا رسول اللہ وکیف الغیبة أشد من الزنا ؟
قال : إن الرجل لیزنی فیتوب فیتوب اللہ علیه .
وفی روایة حمزة فیتوب فیغفر له ، وإن صاحب
الغیبة لا یغفر له حتی یغفرها له صاحبه
(شعب الایمان للبیهقی)

''حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت اور سنگین ہے بعض صحابہ نے
عرض کیا کہ حضرت غیبت زنا سے زیادہ سنگین کیونکر ہے؟
آپ نے فرمایا (بات یہ ہے کہ) آدمی اگر بدبختی سے
زنا کرلیتا ہے تو صرف توبہ کرنے سے اسکی معافی
اور مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوسکتی ہے، مگر غیبت
کرنے والے کو جب تک خود وہ شخص معاف نہ کردے
جس کی اس نے غیبت کی ہے، اس کی معافی اور بخشش اللہ
تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوگی۔''

فائدہ

یعنی غیبت زنا سے بھی سنگین گناہ ہے، آپ ذرا یہ سوچیں کہ زنا اور

بدکاری کے عمل کو کوئی بھی شریف آدمی پسند نہیں کرتا، ساری دنیا کے تمام مذاہب اس عمل کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں، اور بے حیائی سمجھتے ہیں، کوئی بھی اس کو پسند نہیں کرتا، اگر معاشرے میں کوئی شخص اس کے اندر مبتلا ہو تو سارے معاشرے میں اس کی تھوتھو ہو جائے کہ یہ شخص ایسا بدکار ہے، لیکن حدیث میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ غیبت اس سے بھی زیادہ سنگین گناہ ہے، کیوں؟ اس لئے کہ زنا کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے، اگر کبھی توبہ کی توفیق ہو گئی، اور اس نے سچے دل سے توبہ کر لی، اور اپنے فعل پر نادم ہوا، شرمسار ہوا، رویا گڑگڑایا، اور عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہیں جاؤں گا، تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

غیبت میں دوسرے مسلمان کی آبرو پر حملہ ہے

لیکن غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے، یعنی غیبت کرنے والے نے بندے کا حق پامال کر دیا، اور اس کی آبرو پر حملہ کیا ہے، اور کسی بھی مسلمان کی ابرو پر حملہ کرنا، اور اس کو بے آبرو کرنا، یہ اتنا زبردست گناہ ہے کہ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا، طواف کرتے ہوئے آپ نے کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے بیت اللہ! تو کتنا عظیم ہے، تیری حرمت کتنی عظیم ہے، تیرا تقدس کتنا اونچا ہے لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کی حرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے، وہ ہے مسلمان کی جان،

اس کا مال اور اس کی آبرو، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان پر، یا اس کے مال پر، یا اس کی آبرو پر حملہ کرتا ہے تو اس کا گناہ کعبہ پر حملہ کرنے سے بھی زیادہ ہے۔اسلئے جب تک بندہ کی طرف سے معافی نہیں ہوگی اللہ کی طرف سے بھی غیبت کرنے والے کو معافی نہیں مل سکتی۔

غیبت حقوق العباد میں سے ہے

یہ بات یاد رکھیے! کہ غیبت حقوق العباد میں سے ہے، قیامت کے دن جس کی بھی غیبت کی ہوگی، اللہ رب العزت ان حق داروں کو کہیں گے کہ تم اس کے نامہ اعمال میں سے اپنا اجر لے لو، یہ وہ دن ہوگا جب لوگ ایک ایک نیکی کو ترستے پھریں گے اور ان کو موقع ملے گا کہ فلاں نے ہماری غیبت کی تھی اور اس کے نامہ اعمال سے نیکیاں مل رہی ہیں تو وہ پھر اپنا منہ بولا ریٹ لگائے گا، یہ ان کو منانے کی کوشش کرے گا، وہ راضی نہیں ہوں گے، نہیں! تم نے میری غیبت کی تھی مجھے اور چاہیے اور چاہیے حتیٰ کہ ساری زندگی کے کیے ہوئے اعمال کو یہ دے بیٹھے گا، حق مانگنے والے پھر بھی مطالبے کریں گے۔

مفلس کون؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ قیامت والے دن مفلس کون ہوگا؟ کہنے لگے، اے اللہ کے نبی! جس کے پاس کچھ مال پیسہ نہ ہو، فرمایا: نہیں بلکہ مفلس وہ ہوگا جس نے دنیا میں بڑے

اعمال کیے مگر زبان سے کسی کو برا کہا، کسی پر الزام لگایا، کسی کی دل آزاری کی ہوگی، قیامت کے دن حق دار آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان حق داروں کو موقع دیں گے کہ وہ اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کو لے لیں گے، حتیٰ کہ نامہ اعمال خالی ہو جائے گا اور ابھی حق والے باقی ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان حق والوں کے گناہوں کو لے کر اس بندے کے سر پر رکھ دیں گے، نیکیاں لے کر آئیں گے اور برائیوں کے انبار لے کر سر پر کھڑے ہوں گے۔

سارا کچھ کس لیے ہوگا کہ زبان کا استعمال غلط کیا ہوگا، زبان کے چسکے کی خاطر منہ کے مزے کی خاطر، اپنے سر پر عذاب کے گٹھر ہوں گے اور انسان اس وقت پریشان ہوگا کہ کاش دنیا میں میں نے یہ جرم نہ کیا ہوتا۔

کمانا مشکل گنوانا آسان

یہ غیبت اشارے کنارے سے بھی ہو جاتی ہے، ہاتھ کا اشارہ کر دیا جائے پھر بھی ہو جاتی ہے تو اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، اچھی محفلوں سے دلوں میں جو انوارات آتے ہیں وہ لمحوں کی غیبت کی وجہ سے زائل ہو جاتے ہیں، کمانا مشکل ہوتا ہے، گنوانا بہت آسان ہوتا ہے، اول تو عبادات کا ذخیرہ نہیں اور اوپر سے اگر غیبتیں کریں گے تو بنے گا کیا۔

غیبت کرنے والے کو جنت سے روک دیا جائے گا

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ غیبت کرنے والے ہوں گے، انہوں نے بظاہر دنیا میں بڑے اچھے اعمال کئے ہوں

گے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، عبادتیں کیں، لیکن جس وقت وہ لوگ پل صراط پر سے گزریں گے، آپ حضرات جانتے ہیں کہ پل صراط ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر سے گزرتا ہے، ہر انسان کو اس کے اوپر سے گزرنا ہے، اب جو شخص جنتی ہے، وہ اس پل کو پار کر کے جنت میں پہنچ جائیگا، اور اللہ بچائے، جس کو جہنم میں جانا ہے، اس کو اسی پل کے اوپر سے نیچے کھینچ لیا جائے گا، اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا، لیکن غیبت کرنے والوں کو پل کے اوپر جانے سے روک دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ تم آگے نہیں بڑھ سکتے، جب تک اس غیبت کا کفارہ ادا نہ کر دو گے یعنی جس کی غیبت کی ہے ان سے معافی نہ مانگ لو گے، اور وہ تمہیں معاف نہ کر دے اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

بدترین سود غیبت ہے

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ سود اتنا زبردست گناہ ہے کہ اس کے اندر بے شمار خرابیاں ہیں، اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے، اور اس کا ادنیٰ گناہ ایسا ہے، العیاذ باللہ، جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے، دیکھئے، سود پر اتنی سخت وعید آئی ہے، کہ ایسی وعید اور کسی گناہ پر نہیں آئی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بدترین سود یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبرو پر حملہ کرے، کتنی سخت وعید بیان فرمائی۔ (ابوداؤد)

غیبت مردار بھائی کا گوشت کھانا ہے

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو خواتین تھیں، انہوں نے روزہ رکھا، اور روزہ کی حالت میں دونوں خواتین آپس میں بات چیت کرنے میں مشغول ہوگئیں، جس کے نتیجے میں غیبت تک پہنچ گئیں کسی کا ذکر شروع ہوا تو اس کی غیبت بھی شروع ہوگئی، تھوڑی دیر بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور آکر بتایا کہ یا رسول اللہ دو خواتین ہیں جنہوں نے روزہ رکھا تھا، مگر اب ان کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے اور پیاس کی وجہ سے ان کی جان لبوں پر آرہی ہے اور وہ خواتین مرنے کے قریب ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بظاہر بذریعہ وحی یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان خواتین نے غیبت کی ہے، چنانچہ آپ نے حکم فرمایا کہ ان خواتین کو میرے پاس لے آؤ، جب ان خواتین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے دیکھا کہ واقعۃً وہ لب دم آئی ہوئی ہیں، پھر آپ نے حکم دیا کہ ایک بڑا پیالہ لایا جائے جب آیا تو آپ نے ان میں سے ایک خاتون کو حکم فرمایا کہ تم اس پیالہ میں قے کرو، جب اس نے قے کرنی شروع کی تو قے کے ذریعہ اندر سے پیپ اور خون اور گوشت کے ٹکڑے خارج ہوئے، پھر دوسری خاتون سے فرمایا کہ تم قے کرو، جب اس نے قے کی تو اس میں بھی خون اور پیپ اور گوشت کے ٹکڑے خارج ہوئے، یہاں تک وہ پیالہ بھر گیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے ان بہنوں اور بھائیوں کا خون اور پیپ اور گوشت ہے جو تم دونوں نے روزے کی حالت میں کھایا تھا۔

تم دونوں نے روزے کی حالت میں جائز کھانے سے تو اجتناب کرلیا، لیکن جو حرام کھانا تھا، یعنی دوسرے مسلمان بھائی کا خون اور گوشت کھانا اس کو تم نے نہیں چھوڑا، جس کے نتیجے میں تم دونوں کے پیٹوں میں یہ چیزیں بھر گئی تھیں، اس کی وجہ سے تم دونوں کی یہ حالت ہوئی، اس کے بعد فرمایا کہ آئندہ کبھی غیبت کا ارتکاب مت کرنا گویا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے غیبت کی صورت مثالی دکھادی کہ غیبت کا یہ انجام ہوتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگوں کا ذوق خراب ہوگیا ہے، ہماری حس مٹ چکی ہے، جس کی وجہ سے گناہ کی شناعت اور قباحت دل سے جاتی رہی ہے، لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ حس سلیم عطا فرماتے ہیں، اور ذوق سلیم عطا فرماتے ہیں، ان کو اس کا مشاہدہ بھی کرادیتے ہیں۔

حدیث مبارکہ کا ایک اور واقعہ پڑھیئے

حدیث شریف میں ایک واقعہ مروی ہے اور وہ یہ کہ ایک صحابی نے زنا کرلیا تھا جن کا نام ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے ایسا کیا ہے پھر ان کو سنگسار کر دیا گیا، ایک شخص نے اپنے ساتھی سے راہ چلتے ہوئے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی لیکن اس سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ کتے کی طرح اس کو

رجم کیا گیا یعنی پتھروں سے مارا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی اور خاموشی اختیار فرمائی پھر کچھ دور آگے بڑھے تو ایک مردہ گدھے پر گزر رہوا جو اوپر کو ٹانگ اٹھائے ہوئے تھا، آپ نے فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں (ایک بات کہنے والا دوسرا بات سننے والا) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں فرمایا تم دونوں اترو اور اس مردار گدھے کی نعش سے کھاؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس میں سے کون کھا سکتا ہے آپ نے فرمایا وہ جو ابھی ابھی تم نے اپنے بھائی کی بے آبروئی کی ہے، وہ اس گدھے کی نعش کھانے سے زیادہ سخت ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ شخص کی غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ زندہ کی غیبت کرنا حرام ہے۔

غیبت کرنے پر عبرت ناک خواب

ایک تابعی جن کا نام حضرت ربعیؒ ہے، وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں پہنچا، میں نے دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا اب باتیں کرنے کے دوران کسی آدمی کی غیبت شروع ہوگئی مجھے یہ بات بری لگی کہ ہم یہاں مجلس میں بیٹھ کر کسی کی غیبت کریں، چنانچہ میں اس مجلس سے اٹھ کر چلا گیا، اس لئے اگر کسی مجلس میں غیبت ہو رہی ہو، تو آدمی کو چاہیے اس کو روکے، اور اگر روکنے

کی طاقت نہ ہو تو کم از کم اس گفتگو میں شریک نہ ہو، بلکہ اٹھ کر چلا جائے، چنانچہ میں چلا گیا، تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اب اس مجلس میں غیبت کا موضوع ختم ہو گیا ہوگا، اس لئے میں دوبارہ اس مجلس میں جا کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا، اب تھوڑی دیر بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں، لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر غیبت شروع ہوگئی، لیکن اب میری ہمت کمزور پڑ گئی، اور میں اس مجلس سے نہ اٹھ سکا، اور جو غیبت وہ لوگ کر رہے تھے، پہلے تو اس کو سنتا رہا اور پھر میں نے خود بھی غیبت کے ایک دو جملے کہہ دیئے۔

جب اس مجلس سے اٹھ کر گھر واپس آیا اور رات کو سویا تو خواب میں ایک انتہائی سیاہ فام آدمی کو دیکھا، جو ایک بڑے سے طشت میں میرے پاس گوشت لے کر آیا، جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خنزیر کا گوشت ہے اور وہ سیاہ فام آدمی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ خنزیر کا گوشت کھاؤ، میں نے کہا کہ میں مسلمان آدمی ہوں، خنزیر کا گوشت کیسے کھاؤں؟ اس نے کہا کہ نہیں، یہ تمہیں کھانا پڑے گا، اور پھر زبردستی اس نے گوشت کے ٹکڑے اٹھا کر میرے منہ میں ٹھونسنے شروع کر دیئے، اب میں منع کرتا جا رہا ہوں، وہ ٹھونستا جا رہا ہے، یہاں تک کہ مجھے متلی اور قے آنے لگی، مگر وہ ٹھونستا جا رہا تھا، پھر اسی شدید اذیت کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی، جب بیدار ہونے کے بعد میں نے کھانے کے وقت کھانا کھایا تو خواب میں جو خنزیر کے گوشت کا بدبودار اور خراب ذائقہ تھا، وہ ذائقہ مجھے اپنے کھانے میں محسوس ہوا،

اور تیس دن تک میرا یہ حال رہا جس وقت میں بھی کھانا کھاتا، تو ہر کھانے میں اس خنزیر کے گوشت کا بدترین ذائقہ میرے کھانے میں شامل ہو جاتا، اور اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ ذرا سی دیر جو میں نے مجلس میں غیبت کر لی تھی، اس کا برا ذائقہ میں تیس دن تک محسوس کرتا رہا اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

غیبت کی برزخی سزا

عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی مررت بقوم لھم أظفار من نحاس یخمشون وجوھھم وصدورھم فقلت من ھؤلاء یا جبریل قال ھؤلاء الذین یاکلون لحوم الناس ویقعون فی أعراضھم. (رواہ ابوداؤد)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ: جب مجھے معراج ہوئی تو (ملاء اعلیٰ کے اس سفر میں) میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سرخ تانبے کے سے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو نوچ نوچ کے زخمی کر رہے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے سخت عذاب

میں مبتلا ہیں، جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں
لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی اللہ کے بندوں کی
غیبتیں کیا کرتے تھے) اور انکی آبروؤں سے کھیلتے تھے۔"

فائدہ

نحاس کے اصل معنی تانبے کے ہیں، اور آگ جب بالکل سرخ ہو تو اس کو بھی نحاس کہا جاتا ہے، اس حدیث میں "نحاس کے ناخنوں" کا جو ذکر ہے بظاہر اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے ناخن جہنم کی آگ میں تپتے ہوئے سرخ تانبے کے یا تانبے کے سے تھے، اور یہ انہی ناخنوں سے اپنے چہرے اور اپنے سینوں کو نوچ نوچ کر زخمی کر رہے تھے، ان کیلئے عالمِ برزخ میں خاص طور سے یہ سزا اس لئے تجویز کی گئی کہ دنیوی زندگی میں یہ مجرمین اللہ کے بندوں کا گوشت نوچا کرتے تھے، یعنی غیبتیں کیا کرتے تھے، اور یہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

دورخے پن کی ممانعت اور اس کی سزا

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب دو آدمیوں یا دو گروہوں میں اختلاف اور نزاع ہو تو وہ ہر فریق سے مل کر دوسرے کے خلاف باتیں کرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کسی سے ملتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنے حسنِ تعلق کا اظہار کرتے ہیں، اور پیچھے اس کی برائی اور بدخواہی کی باتیں کرتے ہیں، ایسے آدمی کو اردو زبان میں "دورخا" کہتے ہیں،

اور عربی میں ''ذوالوجہین'' کہا جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل ایک طرح کی منافقت اور ایک قسم کی دھوکہ بازی ہے، جس سے بچنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ ایمان کو سخت تاکید فرمائی ہے، اور بتلایا ہے کہ یہ سخت گناہ کی بات ہے، اور ایسے لوگ سخت ترین عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجدون من شر الناس ذا الوجھین الذی یأتی ھؤلاء بوجہ وھؤلاء بوجہ.

(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم قیامت کے دن سب سے برے حال میں اس آدمی کو پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے پاس جاتا ہے تو اس کا رخ اور ہوتا ہے، اور دوسروں کے پاس جاتا ہے تو اور۔''

قیامت میں ایسا آدمی جس بدترین حالت میں ہوگا اس کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں دیکھئے۔

عن عمار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ وجھان فی الدنیا کان لہ یوم القیامۃ لسانان من نار (رواہ ابی داؤد)

"حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا میں جو شخص دورخا ہوگا (اور منافقوں کی طرح مختلف لوگوں سے مختلف قسم کی باتیں کرے گا) قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔"

فائدہ

اچھے اعمال اور اچھے اخلاق جن پر آخرت میں ثواب کے وعدے ہیں مختلف قسم کے ہیں، اور ان کے درجے بھی مختلف ہیں، اسی طرح برے اعمال اور برے اخلاق جن پر عذاب کی وعیدیں ہیں وہ بھی مختلف قسم اور مختلف درجے کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وحکمت سے ہر نیکی اور بدی کا ثواب وعذاب اس کے مناسب مقرر فرمایا ہے، پس دورخا پن (جو ایک طرح کی منافقت ہے) اس کی سزا یہ مقرر فرمائی گئی ہے کہ ایسے آدمی کے منہ میں وہاں آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔ اللھم احفظنا

واضح رہے کہ جانوروں میں سے بعضے سانپوں کی دوزبانیں ہوتی ہیں۔

یہاں یہ بات ہم سب کیلئے سوچنے سمجھنے کی ہے کہ بعض بداعمالیاں اور بداخلاقیاں حقیقت میں نہایت خطرناک اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت سنگین ہیں، لیکن ہم لوگ ان کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور ان سے بچنے کی جتنی فکر کرنی چاہیے اتنی فکر نہیں کرتے، ایسی ہی برائیوں کے بارے میں قرآن مجید

میں فرمایا گیا ہے:

وَتَحْسَبُوْنَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ.

''تم اس کو معمولی اور ہلکی بات سمجھتے ہو، حالانکہ اللہ کے
نزدیک وہ بہت سنگین اور بہت بڑی بات ہے۔''

یہ بری عادت (دورخاپن) بھی اسی قبیل سے ہے، ہم میں سے بہت سے اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، اور اس سے بچنے کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنا سنگین اور خطرناک گناہ ہے اور آخرت میں اس پر کتنا سخت عذاب ہونے والا ہے۔

''چغلی'' ایک سنگین گناہ ہے

ایک اور گناہ جو غیبت سے ملتا جلتا ہے، اور اتنا ہی سنگین ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ سنگین ہے۔ وہ ہے ''چغلی'' عربی زبان میں اس کو ''نمیمہ'' کہتے ہیں ۔اردو زبان میں ''نمیمہ'' کا ترجمہ چغلی سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ''نمیمہ'' کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کی کوئی برائی دوسرے کے سامنے اس نیت سے کی جائے، تا کہ سننے والا اس کو کوئی تکلیف پہنچائے، اور یہ شخص خوش ہو کہ اچھا ہوا اس کو یہ تکلیف پہنچی، اور اس میں ضروری نہیں کہ جو برائی اس نے بیان کی ہو، وہ حقیقت میں اس کے اندر موجود ہو چاہے وہ برائی اس کے اندر موجود ہو، یا نہ ہو، لیکن تم نے محض اس وجہ سے اس کو بیان کیا تا کہ دوسرا شخص اس کو تکلیف پہنچائے، یہ ہے نمیمہ کی تعریف۔

''چغلی'' غیبت سے بدتر ہے

قرآن وحدیث میں اس کی بہت زیادہ مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے، اور یہ غیبت سے بھی زیادہ شدید اس وجہ سے ہے کہ غیبت میں نیت کا برا ہونا ضروری نہیں کہ جس کی میں غیبت کر رہا ہوں، اس کو کوئی تکلیف اور صدمہ پہنچے، لیکن نمیمہ میں بدنیتی کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے یہ نمیمہ دو گناہوں کا مجموعہ ہے، ایک تو اس میں غیبت ہے، دوسرے یہ کہ دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچانے کی خواہش اور نیت بھی ہے، اس لئے اس میں ڈبل گناہ ہے، اور اس لئے قرآن وحدیث میں اس پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ م بِنَمِيْمٍ (سورة القلم: آیت/ ۱۱)

کافروں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس شخص کی طرح چلتے ہیں جو دوسروں کے اوپر طعنے دیتا ہے، اور چغلیاں لگاتا پھرتا ہے، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (بخاری کتاب الادب)

''قتات'' یعنی چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

عذاب قبر کے دو سبب

اور ایک حدیث مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کیساتھ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں

ایک جگہ پر دیکھا کہ دو قبریں بنی ہوئی ہیں، جب آپ ان قبروں کے قریب پہنچے تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا کہ:

اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ.

ان دونوں قبروں والوں پر عذاب ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب قبر منکشف فرما دیا تھا، یہ عذاب قبر ایسی چیز ہے کہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے اس عذاب کی آوازیں ہم لوگوں سے چھپالی ہیں، ورنہ اگر اس عذاب کی آوازیں ہم لوگ سننے لگیں تو کوئی انسان زندہ نہ رہ سکے، اور زندگی میں کوئی کام نہ کر سکے، اس لئے یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے اس کو چھپا لیا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے کسی بندے پر اس کو ظاہر بھی فرما دیتے ہیں، بہر حال، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے، پھر صحابہ کرام سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان دونوں کو کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے؟ پھر فرمایا کہ

ان کو ایسے دو کاموں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ ان سے بچنا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا، اگر یہ لوگ چاہتے تو آسانی سے بچ سکتے تھے، لیکن یہ بچے نہیں اس کی وجہ سے یہ عذاب ہو رہا ہے، ایک یہ کہ ان میں سے ایک صاحب پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتے تھے، احتیاط نہیں کرتے تھے، مثلاً ایسی جگہ

پر پیشاب کر دیا جس کی وجہ سے جسم پر چھینٹیں آ گئیں، خاص طور پر اس زمانے میں اونٹ بکریاں چرانے کا بہت رواج تھا، اور ہر وقت ان جانوروں کے ساتھ رہنا ہوتا تھا، جس کی وجہ سے اکثر ان کی چھینٹیں پڑ جاتی تھیں، اس سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ (مسند احمد)

پیشاب کی چھینٹوں سے بچئے

یہ بڑی فکر کی بات ہے، الحمد للہ ہمارے یہاں اسلام میں طہارت کے آداب تفصیل کے ساتھ سکھائے گئے ہیں کہ کس طرح طہارت کرنی چاہیے، لیکن آج مغربی تہذیب کے زیر اثر ظاہری صفائی ستھرائی کا تو بڑا اہتمام ہے، لیکن طہارت شرعیہ کے احکام کی طرف دھیان نہیں، بیت الخلاء ایسے طریقوں سے بنائے جاتے ہیں کہ ان میں چھینٹوں سے احتیاط نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

استنزهوا عن البول ،فان عامة عذاب القبر فيه

یعنی پیشاب سے بچو، اس لئے کہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے، پیشاب کی چھینٹوں کا جسم پر لگ جانا کپڑوں پر لگ جانے کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے، اس لئے اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

"چغلی" سے بچئے

اور دوسرے صاحب کو اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ دوسروں کی چغلی بہت کیا کرتے تھے، اس کی وجہ سے قبر میں عذاب ہو رہا ہے لہذا اس

میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چغلی کو قبر کے عذاب کا سبب قرار دیا ہے اس لئے یہ چغلی کا عمل غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے، اس لئے کہ اس میں بدنیتی سے دوسروں کے سامنے برائی بیان کرتا ہے، تا کہ دوسرا شخص اس کو تکلیف پہنچائے۔

راز فاش کرنا چغلی ہے

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے کہ دوسروں کا کوئی راز فاش کر دینا بھی چغلی کے اندر داخل ہے، ایک آدمی یہ نہیں چاہتا ہے کہ میری یہ بات دوسروں پر ظاہر ہو، وہ بات اچھی ہو، یا بری ہو، اس سے بحث نہیں، مثلاً ایک مالدار آدمی ہے، اور وہ اپنی دولت دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسروں کو یہ معلوم ہو کہ میرے پاس اتنی دولت ہے اب آپ نے کسی طرح سن گن لگا کر پتہ لگالیا کہ اس کے پاس اتنی دولت ہے، یہ جو اس کا راز آپ نے افشاء کر دیا، یہ بھی چغلی کے اندر داخل ہے اور حرام ہے۔

یا مثلاً ایک شخص نے اپنے گھریلو معاملات کے اندر کوئی پلان یا منصوبہ بنا رکھا ہے، آپ نے کسی طرح پتہ چلا کر دوسروں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیا ہے، یہ چغلی ہے۔

اسی طرح کسی کا کسی قسم کا راز ہو، اس کی اجازت کے بغیر دوسروں پر افشا کرنا چغلی کے اندر داخل ہے۔

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

المجالس بالامانة. (ابو داؤد)

مجلسوں کے اندر جو بات کی جاتی ہے، وہ بھی امانت ہے، مثلاً کسی شخص نے آپ کو محرم راز سمجھ کر راز دار سمجھ کر مجلس میں آپ سے ایک بات کہی، اب وہ بات جا کر آپ دوسروں سے نقل کر رہے ہیں، تو یہ امانت میں خیانت ہے، اور یہ بھی چغلی کے اندر داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے اس کی شناعت اور قباحت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

غیبت کی اجازت کے چند مواقع

البتہ ایک بات ذرا سمجھ لیجئے وہ یہ کہ غیبت کی تعریف تو میں نے آپ کو بتا دی کہ کسی کا پیٹھ پیچھے اس طرح ذکر کرنا کہ اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ میرا اس طرح ذکر کیا گیا ہے، تو اس کو ناگوار ہو، چاہے بات صحیح کی جا رہی ہو، یہ ہے غیبت، لیکن شریعت نے ہر چیز کی رعایت رکھی ہے، انسان کی فطرت کی رعایت کی ہے، انسان کی جائز ضروریات کا بھی لحاظ رکھا ہے، لہذا غیبت سے چند چیزوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے، اگر چہ بظاہر وہ غیبت ہیں، لیکن شرعاً جائز ہیں۔

دوسرے کے شر سے بچانے کیلئے غیبت کرنا جائز ہے

مثلاً ایک شخص ایک ایسا کام کر رہا ہے، جس سے دوسرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اب اگر اس دوسرے کو اس کے بارے میں نہ بتایا گیا تو وہ

اس کے ہاتھوں سے نقصان کا شکار ہو جائیگا، اسوقت اگر آپ اس دوسرے شخص کو بتا دیں کہ فلاں شخص سے ہوشیار رہنا تو ایسا کرنا جائز ہے، یہ بات خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دی، ہر بات بیان کر کے دنیا سے تشریف لے گئے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی اور ایک صاحب ہماری طرف سامنے سے آ رہے تھے، ابھی وہ صاحب راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے فرمایا کہ

بئس اخو العشیرة.

''یہ شخص اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ذرا سنبھل کر بیٹھ گئی کہ یہ برا آدمی ہے، ذرا ہوشیار رہنا چاہیے، جب وہ شخص مجلس میں آ کر بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کے مطابق نرم انداز میں گفتگو فرمائی، اس کے بعد جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ یہ شخص برا آدمی ہے، لیکن جب وہ آدمی آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا تو آپ اس کے ساتھ بہت نرمی اور میٹھے انداز میں گفتگو کرتے رہے، یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھو، وہ بدترین شخص ہے جس کے شر کے خوف سے لوگ اس

کو چھوڑ دیں، یعنی اس آدمی میں طبیعت کے لحاظ سے فساد ہے، اگر اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ نہ کیا جائے تو فتنہ فساد کھڑا کر سکتا ہے، اس لئے میں نے اپنی عادت کے مطابق اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ)

فائدہ

علماء کرام نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا کہ وہ برا آدمی ہے، بظاہر تو یہ غیبت ہے، اس لئے کہ اس کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی کی جا رہی ہے، لیکن یہ غیبت اس لئے جائز ہوئی کہ اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو متنبہ کر دیا جائے تاکہ آئندہ وہ اس کے کسی فساد کا شکار نہ ہو جائیں، لہٰذا کسی شخص کو دوسرے کے ظلم سے بچانے کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کر دی جائے تو یہ غیبت میں داخل نہیں، ایسا کرنا جائز ہے۔

اگر دوسرے کی جان کا خطرہ ہو تو غیبت جائز ہے

بلکہ بعض صورتوں میں اس کی برائی بیان کرنا واجب ہے، مثلاً ایک آدمی کو آپ نے دیکھا کہ وہ دوسرے پر حملے کرنے اور اس کی جان لینے کی تیاری کر رہا ہے، تو ایسی صورت میں اس دوسرے شخص کو بتانا واجب ہے کہ

تمہاری جان خطرے میں ہے تاکہ وہ اپنا تحفظ کر سکے، لہٰذا ایسے موقع پر غیبت جائز ہو جاتی ہے۔

علانیہ گناہ کرنے والے کی غیبت جائز ہے

ایک حدیث ہے، جس کا صحیح مطلب لوگ نہیں سمجھتے، اور وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لاغیبة لفاسق ولامجاھر" (جامع الاصول)

"کہ فاسق کی غیبت غیبت نہیں۔"

اس کا مطلب بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص اگر کسی گناہ کبیرہ کے اندر مبتلا ہے تو اس کی جو چاہو، غیبت کرتے رہو، وہ جائز ہے یا جو بدعات میں مبتلا ہے، تو اس کی غیبت جائز ہے، حالانکہ اس قول کا یہ مطلب نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص علانیہ فسق و فجور کے اندر مبتلا ہے مثلاً ایک شخص علی الاعلان کھلم کھلا شراب پیتا ہے، اب اگر کوئی شخص اس کے پیٹھ پیچھے یہ کہے کہ وہ شراب پیتا ہے تو یہ غیبت نہیں، اس لئے کہ وہ تو خود ہی اعلان کر رہا ہے کہ میں شراب پیتا ہوں، اب اگر اس کے پیچھے اس کے شراب پینے کا تذکرہ کیا جائے گا تو اس کو ناگواری نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ تو خود علانیہ لوگوں کے سامنے پیتا ہے، لہٰذا یہ غیبت میں داخل نہ ہوگا۔

یہ بھی غیبت میں داخل ہے

لیکن جو کام وہ دوسروں پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا، اگر اس کا تذکرہ آپ

لوگوں کے سامنے کریں گے تو وہ غیبت میں داخل ہوگا، مثلاً وہ شخص کھلم کھلا شراب تو پیتا ہے، کھلم کھلا سود تو کھاتا ہے، لیکن کوئی گناہ ایسا ہے جو وہ چھپ کر کرتا ہے، اور لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا، اور وہ گناہ ایسا ہے کہ اس کا نقصان دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا تو اب اس کی غیبت کرنا اور اس گناہ کا تذکرہ کرنا جائز نہیں، لہٰذا جس فسق و فجور کا ارتکاب وہ کھلم کھلا کر رہا ہو، اس کا تذکرہ غیبت میں داخل نہیں، یہ مطلب ہے اس قول کا کہ:

''فاسق کی غیبت غیبت نہیں۔''

ظالم کے ظلم کا تذکرہ غیبت نہیں

ایک اور موقع پر بھی غیبت کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، وہ یہ کہ ایک شخص نے تم پر ظلم کیا اور اب اس ظلم کا تذکرہ کسی دوسرے سے کرتے ہو کہ میرے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے، اور یہ زیادتی ہوئی ہے، یہ غیبت نہیں اس میں گناہ نہیں، چاہے وہ شخص جس کے سامنے تم اس ظلم کا تذکرہ کر رہے ہو اس ظلم کا تدارک کر سکتا ہو، چاہے تدارک نہ کر سکتا ہو، مثلاً ایک شخص نے تمہاری چوری کر لی، اب جا کر تھانے میں اطلاع دو کہ فلاں شخص نے میری چوری کر لی ہے تو اب اگرچہ یہ اس کے پیٹھ پیچھے اس کا تذکرہ ہے، لیکن غیبت میں داخل نہیں، اس لئے کہ تمہیں نقصان پہنچایا گیا، تم پر ظلم کیا گیا اور اب تم نے اس ظلم کے خلاف جا کر شکایت کی، وہ تمہارے ظلم کا تدارک کر سکتے ہیں تو یہ غیبت میں داخل نہیں۔

دھوکہ باز کا تذکرہ غیبت نہیں

دوسری بات جو یادرکھنے کی ہے، وہ یہ کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے اندر کوئی برائی پائی جاتی ہے، اور اندیشہ اس بات کا ہے کہ اس برائی کی وجہ سے دوسرے شخص کو نقصان پہنچ جائے گا، مثلاً ایک آدمی دھوکہ باز ہے، لوگوں سے سودے کرتا ہے، معاملات کرتا ہے، اور اس میں ان کو دھوکے دیتا ہے، اب اگر یہ دھوکہ باز کسی کے پاس معاملہ کرنے کے لئے پہنچا، آپ نے دوسرے شخص کو بتادیا کہ ذرا اس سے ہوشیار رہنا، یہ دھوکہ باز ہے، اس کے معاملات اچھے نہیں ہیں، یہ بہت سے لوگوں کو دھوکہ دے چکا ہے، اب دوسرے کو نقصان سے بچانے کے لئے اس کی برائی کی جائے تو یہ غیبت نہیں، اور اس میں غیبت کرنے کا گناہ نہیں ہوگا، بلکہ دوسرے آدمی کی خیر خواہی کا ثواب ملے گا کہ آپ نے ایک مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کی، اور اس کو نقصان سے بچالیا۔

یہ بھی غیبت نہیں ہے

اسی طرح ایک آدمی کسی دوسرے کے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام بنارہا ہے، اور آپ کو پتہ چل گیا، تو اگر آپ متعلقہ شخص کو بتادیں کہ ذرا ہوشیار رہنا فلاں آدمی تمہارے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام بنارہا ہے، اب یہ بیان کرنا بظاہر تو برائی ہے، اور اس ڈاکہ ڈالنے والے کو تمہارا یہ بتادینا ناگوار بھی گزرے گا کہ اس نے میرا پروگرام بتادیا، لیکن شریعت نے

اس کو جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ اگر آپ دوسرے کو نہیں بتائیں گے تو دوسرا مسلمان پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا، اس کو پریشانی سے بچانے کے لئے اگر آپ اس کی برائی بیان کریں تو یہ شرعاً جائز ہے، بلکہ آپ کا فرض ہے کہ آپ ضرور اس کو اطلاع کریں۔

رشتے کے مشورے میں حقیقت کا اظہار غیبت نہیں

اسی طرح اگر کسی نے شادی کے لئے کسی کے ہاں رشتہ بھیج دیا، اب لڑکی والے آپ سے مشورہ کر رہے ہیں کہ فلاں کی طرف سے رشتہ آیا ہے، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ اور آپ کو پتہ ہے کہ اس لڑکے کے اندر ایسی خرابیاں پائی جاتی ہیں جو آگے چل کر لڑکی کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہیں، اگر اسوقت آپ لڑکی والوں کو یہ بات بتا دیں کہ اس لڑکے میں فلاں بات ہے، ذرا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا، یہ بتا دینا غیبت میں داخل نہیں، اس لئے کہ اگر آپ نہیں بتائیں گے اور لڑکی والے غلط فہمی میں رشتہ کرلیں گے تو لڑکی کی ساری زندگی پریشانی میں گزرے گی، اس پریشانی سے بچانے کے لئے اگر آپ اس کی حقیقی برائی بتا دیں، یا آپ کو شبہ ہے تو اس شبہ کا اظہار کر دیں تو یہ غیبت نہیں، اصول یہ ہے کہ کسی دوسرے کو کسی نقصان سے بچانے کے لئے کسی کی برائی بیان کرنی پڑے تو یہ نہ غیبت ہے، نہ گناہ ہے، بلکہ ایک مسلمان کے ساتھ خیر خواہی ہے، اور باعثِ اجر و ثواب ہے، اب ہوتا یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کے سامنے ایسا موقع آتا ہے، لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں بتاؤں

گا تو یہ غیبت ہو جائے گی ،اور اس وجہ سے وہ صحیح بات بتانے سے اجتناب کرتے ہیں، جو بالکل غلط ہے۔

غیبت سے بچاؤ کے طریقے

اور اس میں ایک عجیب بات یہ کہ جس طرح غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے، غیبت کا سننا بھی کبیرہ گناہ ہے ،اب اگر کرنے والے نہیں ہوں گے تو سننے والے بھی نہیں ہوں گے ،اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ ایسی ناپسندیدہ بات کر رہا ہے جو آپ پسند نہیں کرتے تو آپ آرام سے کہہ دیجئے کہ یہ بات تو ٹھیک نہیں ،اور اگر محسوس کرتے ہیں کہ اگر ایسا کہیں گے تو الٹا یہ بھی ناراض ہو جائے گا تو علما نے لکھا کہ جس کی غیبت کی جارہی ہے آپ اس کے بارے میں کوئی بھی اچھی بات کر دیں ،اگر آپ نے کوئی اچھی بات اس کے بارے میں کر دی تو آپ غیبت سننے والوں میں نہیں ہوں گے کیونکہ آپ نے تردید کر دی۔

مثلاً کسی کی بڑی غیبت کی گئی اور آپ کا دل کہہ رہا ہے کہ باتیں تو سچی کر رہا ہے، تو آپ جواب میں کہتے ہیں کہ ہے تو بڑا ذہین، یا ایسی ہی کوئی خوبی بیان کر دی ، ہے تو بڑا سمجھدار ،تو آپ نے تعریفی جملہ کہہ دیا تو آپ سننے والوں میں شامل نہیں رہیں گے ،ایک گھنٹے کی بات اس کی غیبت ایک فقرے کے ساتھ ختم ہو جائے گی ،آپ پر وبال نہیں ،آپ کہیں کہ ہے تو بڑا سمجھدار ہے تو بڑا پڑھا لکھا، ہم نے تو دیکھا پانچوں نمازیں پڑھتا ہے، بہت اچھا ہے، ملنسار

ہے، ایسے ہی کوئی نہ کوئی ایک خوبی ایسی بیان کر دیں تو اس خوبی کے بیان کرنے سے آپ غیبت سننے والوں میں شامل نہیں ہوں گے۔

ایک یہ بھی صورت ہے غیبت سے بچنے کی کہ کسی نے کسی کے بارے میں بہت کچھ کہا، آپ کہتے ہیں کہ جی حقیقت حال تو اللہ پاک بہتر جانتا ہے ، ویسے ہماری نظر میں تو اچھا آدمی ہے، اچھا آپ کا تجربہ یہ ہے، میرا تجربہ تو یہ ہے کہ میرے ساتھ تو بہت اچھا ہے، تو کوئی نہ کوئی ایسی بات کر دیں جس سے اس کا رد ہو جائے اور اس رد کی وجہ سے آپ غیبت سننے والوں میں شامل نہیں ہوں گے۔

غیبت کا علاج

نفس کو غیبت سے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ غیبت کی سزا اور نقصان میں غور کرو، حدیث میں آیا ہے کہ:

> ”آگ جو گھاس میں اثر کرتی ہے غیبت اس سے جلد اور زیادہ اثر مسلمان کی نیکیوں میں کرتی ہے۔“

یعنی غیبت کرنے سے نیک اعمال جل جاتے ہیں، اب ذرا سوچو کہ جب کوئی نیکوکار شخص جس نے دنیا میں مشقتیں اٹھا اٹھا کر نیکیاں جمع کی تھیں جب قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال کورے دیکھے گا اور اس کو معلوم ہوگا کہ غیبت کی وجہ سے اس کی نیکیاں اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھ دی گئی ہیں، جس کی وہ غیبت کیا کرتا تھا تو کس قدر حسرت و افسوس کرے گا۔

مسلمان کو سوچنے کیلئے اپنے نفس کے عیوب بہتیرے ہیں، اس لئے مناسب ہے کہ جب فرصت ملے اپنی حالت پر نظر ڈالو اور جو عیب پاؤ اس کے رفع کرنے میں مصروف ہو جاؤ کہ دوسروں کے عیوب دیکھنے کا موقع ہی نہ آئے، اور یوں سمجھو کہ تمہارا ذرا سا عیب جتنا تم کو نقصان پہنچائے گا دوسرے کا بڑا عیب بھی تم کو اس قدر نقصان نہیں پہنچائے گا، اور اگر تمہیں اپنا عیب نظر نہ آئے تو یہ خود ایسا عیب ہے جس کے برابر کوئی عیب نہیں، کیونکہ کوئی انسان عیب سے خالی نہیں ہے، پس اپنے آپ کو بے عیب سمجھنا تو بڑا سخت عیب ہے، اس لئے اول اس کا علاج کرو اور اس کے بعد جو عیب نظر آتے جائیں ان کی تدبیر کرتے رہو، اور اگر اتفاقاً اس پر بھی کسی شخص کی غیبت ہو جائے تو اللہ سے توبہ جلد کرو، اور اس شخص کے پاس جا کر غیبت کی خطا جلد معاف کراؤ، اور اگر اس سے نہ مل سکو تو اس کیلئے دعائے مغفرت کرو اور خیرات کر کے اس کی روح کو ایصال ثواب کرو، غرض چونکہ تم نے غیبت کر کے اپنے مسلمان بھائی پر ظلم کیا ہے اس لئے جس طرح ممکن ہو اس ظلم کی جلد تلافی کرو۔

اللہ تعالیٰ غیبت کے گناہ سے اور دیگر تمام گناہوں سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆

جھوٹ

اور اُس کی مُروّجہ صُورتیں

افادات

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

جھوٹ کی گندگی اور سڑاہند کا اثر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ عنہما قَال قَالَ رسول اللّٰـہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَذِبَ الْعَبْدُ تباعَدَ عَنْہُ الْمَلک مِیلاً مِنْ نتْنِ مَاجَاء بِہٖ.

(رواہ الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علیٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وسلّم ، امّابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمَ.

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ، اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا. (سورۃ الاسراء: آیت/۳۶)

''اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔''

وقال اللہ تعالیٰ فی مقام اٰخر: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ.

(سورۃ الحج: آیت/۳۰)

"بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔"

آج کی نشست میں تھوڑی سے گفتگو سچ اور جھوٹ سے متعلق کرنی ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ سچ کا تعلق اخلاقِ حسنہ سے اور جھوٹ کا تعلق اخلاقِ رذیلہ سے ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بن مسعودٍ رضی الله عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی البر و ان البر یهدی الی الجنة وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یهدی الی الفجور وان الفجور یهدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذابا. (رواه البخاری و مسلم)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچائی کو لازم پکڑلو، اور ہمیشہ سچ ہی بولو، کیونکہ سچ بولنا نیکی کے راستے پر ڈال دیتا ہے، اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے، اور آدمی جب ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے، اور سچائی ہی کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے، اور اللہ کے یہاں

صدّیقین میں لکھ دیا جاتا ہے......اور جھوٹ سے ہمیشہ بچتے
رہو، کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو بدکاری کے راستہ
پر ڈال دیتی ہے اور بدکاری اس کو دوزخ تک پہنچا دیتی
ہے، اور آدمی جب جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے اور
جھوٹ کو اختیار کر لیتا ہے، تو انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے
یہاں کذّابین میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ سچ بولنا بذات خود بھی نیک عادت ہے، اور اس کی خاصیت بھی ہے کہ وہ آدمی کو زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں نیک کردار اور صالح بنا کر جنت کا مستحق بنا دیتی ہے، اور ہمیشہ سچ بولنے والا آدمی مقام صدّیقیت تک پہنچ جاتا ہے، اسی طرح جھوٹ بولنا بذات خود بھی ایک خبیث خصلت ہے، اور اس کی یہ خاصیت بھی ہے کہ وہ آدمی کے اندر فسق و فجور کا میلان پیدا کر کے اور اس کی پوری زندگی کو بدکاری کی زندگی بنا کر دوزخ تک پہنچا دیتی ہے، نیز جھوٹ کی عادت اپنا لینے والا آدمی کذّابیت کے درجے تک پہنچ کر پورا لعنتی بن جاتا ہے۔

اس لیے ایک مومن کا فرض ہے کہ ہمیشہ سچ بولے اور راست گوئی کی عادت ڈالے اور جھوٹ اور دروغ گوئی سے بچے اگر چہ جھوٹ بولنے میں اسے دنیا کا کچھ فائدہ نظر آتا ہو۔

صدق (سچائی) اخلاق حسنہ میں سے ہے

صدق عربی لفظ ہے جس کے معنی سچائی کے ہیں۔ علماء اور محدثین کرام کے نزدیک ''صدق'' کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ دل کی سچائی ۲۔ زبان کی سچائی ۳۔ عمل کی سچائی

''صدق'' فضائل اخلاق میں سرِ فہرست ہے۔ یہ ایسی صفت ہے جس میں دل اور زبان دونوں مطابق ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلی صفت جو رسول اللہ سے ظاہر ہوئی وہ ''صدق'' اور سچائی ہے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت یعنی بعثت سے پہلے ہی تمام عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''صادق'' کے معزز لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔

اب ہم صدق (سچائی) کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ دل کی سچائی

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی نیت صحیح ہو کہ وہ جو کچھ کہے خلوص نیت سے کہے یہی وجہ ہے اسلام قبول کرنے میں جہاں کلمۂ شہادت کا زبان کے ذریعہ اعلان ضروری ہے وہاں تصدیق قلبی اور دل میں اس کا یقین کرنا بھی لازم قرار دیا گیا ورنہ ایمان متحقق نہ ہوگا اور اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان اور سچائی لازم وملزوم ہیں۔

دل کی سچائی یہ ہے کہ ایک مسلمان صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کی رضا کی خاطر مسلمانوں سے محبت کرے جس میں اپنی ذاتی خواہش یا کسی فائدے کو دخل نہ ہو۔ اس پہلو کے بارے میں ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس نے سچی نیت کے ساتھ اللہ سے شہادت کی موت طلب کی اللہ تعالیٰ اُسے شہدا کے زمرے میں شامل کرتے ہیں اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی کیوں نہ مرے۔ (صحیح مسلم)

۲۔ زبان کی سچائی

سچائی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی زبان سے جو کچھ کہے وہ سچ ہو اور جو سنے یا دیکھے من وعن بیان کر دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''سچائی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو، سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ بدی کی طرف اور دوزخ میں ڈالتی ہے۔''

اس سے پہلے ایفائے عہد کے بارے میں جو حدیثیں پیش کی گئیں ان میں ایک حدیث کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی علامت جھوٹ کو بھی قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موقعہ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھے اپنی زبان کی سچائی کی ضمانت دے تو میں اُسے جنت کی ضمانت دوں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولنے اور سچی گواہی دینے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

۳۔ عمل کی سچائی

اس سے مراد یہ کی زبان سے جو کچھ کہے اس پر عمل بھی کرے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے لوگو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گو مدتوں دشمنوں اور مشرکین کے درمیان رہے اور وہ ہر بات کی نگرانی کرتے رہے مگر کبھی کسی نے یہ اعتراض نہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ جہاں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست گفتاری کے قائل تھے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی سچائی کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ اسلام کے قرون اولیٰ کے مسلمان اس لیے بلند مرتبہ اور کامیاب و بامراد تھے۔ وہ جہاں اپنے قول میں سچے تھے وہاں ااپنے عمل میں بھی سچے اور مخلص تھے۔

راست گوئی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

راست گوئی اور ہمیشہ سچ بولنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے، ایک مؤمن کی صفت یہی ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے اور جھوٹ اور دروغ گوئی سے اجتناب کرتا ہے۔ قرآن کریم نے راست گوئی کا حکم دیا ہے اور سچ بولنے والوں کی تعریف بیان کی ہے جس سے مقصد ایمان والوں کو ترغیب دینا ہے کہ وہ بھی سچے اور راست گو بن جائیں۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا. (سورۃ الاحزاب، آیت/۳۵)

''بلاشبہ احکام اسلامی کی تعمیل کرنے والے مرد اور احکام اسلامی کو بجالانے والی عورتیں اور ایماندار مرد، ایمان دار عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد، فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد، راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد، صبر کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد، خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد، روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت میں راست باز اور سچائی کے ساتھ بہت سی دوسری صفات حمیدہ بیان فرما کر ان پر مغفرت اور اُجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے، نیز یہ بھی بتا دیا کہ ان صفات حمیدہ میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں، مؤمن مرد ہو یا عورت جو بھی راست بازی اور ان مذکورہ صفات کو اپنائے گا، اس کے لیے مغفرت اور اُجر عظیم کا وعدہ ہے۔

سچ اور سچے لوگوں سے تعلق کا فائدہ

راست باز بننے کے لیے ضروری ہے کہ انسان راست بازوں کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور سچے لوگوں کے ساتھ دوستی رکھے۔ اس تعلق سے اس میں بھی راست بازی کی صفت پیدا ہوگی، کیوں کہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اچھوں کی دوستی اور صحبت سے انسان اچھا بنتا ہے اور بروں کی مجلس سے برا بنتا ہے اور یہ انسان اپنے دوست سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لیے اسے چاہیے کہ دوستی اور تعلق جوڑنے سے پہلے یہ دیکھ لے کہ وہ کس شخص سے دوستی اور تعلق جوڑ رہا ہے۔

قرآن کریم نے سورۃ التوبہ میں تین راست باز ایمان والوں کا ذکر فرمایا ہے جو غزوہ تبوک میں بغیر کسی عذر شرعی کے پیچھے رہ گئے تھے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان تینوں نے سچی بات بتائی اور اپنے قصور کا اعتراف کیا، جب کہ منافقین نے جھوٹ کہہ کر اور جھوٹے عذر پیش کر کے ظاہر میں جان بچالی، لیکن اپنی آخرت خراب کر لی۔ جب کہ ان تین راست بازوں پر چند روز آزمائش کے ضرور آئے لیکن اُن کی راست بازی

کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اور اُن سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا اور ایمان والوں کے سامنے انہیں بطور نمونہ اور مثال کے پیش فرمایا ،اُن کے ساتھ تعلق اور دوستی کا حکم دیا، ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ. (سورة التوبة: ۱۱۹)

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔‘‘

سچائی اور راست بازی جب مؤمن کی صفت بن جاتی ہے تو اس سے دوسری نیکیوں اور کارِ خیر کے دروازے کھلتے ہیں اور نیک کاموں کا انجام جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے بالمقابل دروغ گوئی اور جھوٹ کی صفت سے برائیوں کے راستے جدا ہوتے ہیں اور برائیوں کا انجام جہنم کی آگ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا

عن عبدالرحمن ابی قراد رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم توضأ یوماً فجعل اصحابه یتمسحون بوضوئه فقال لهم النبی صلی الله علیه وسلم ما یحملکم علی هذا قالوا حب الله و رسوله فقال النبی صلی الله

علیہ وسلم من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ او یحبہ اللہ و رسولہ فلیصدق حدیثہ اذا حدث ولیؤد امانتہ اذا ئتمن ولیحسن جوار من جارہ.

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا، تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی لے لے کر (اپنے چہروں اور جسموں پر) ملنے لگے، آپ نے فرمایا:۔ ''تم کو کیا چیز اس فعل پر آمادہ کرتی ہے، اور کون سا جذبہ تم سے یہ کام کراتا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا، کہ:۔''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔'' ان کا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جس شخص کی یہ خوشی ہو، اور وہ چاہے کہ اس کو اللہ و رسول سے حقیقی محبت ہو، یا یہ کہ اللہ و رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہئے کہ جب بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو ادائے خیانت کے بغیر اس کو ادا کرے اور جس کے پڑوس میں اس کا رہنا ہو، اس کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔''

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کی محبت اور ان کے ساتھ سچے تعلق کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ سچ بولے، امانت داری کو شعار بنائے اور جھوٹ اور خیانت سے کامل پرہیز کرے، اگر یہ نہیں تو محبت کا دعویٰ ایک بے جا جسارت اور ایک طرح کا نفاق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی ضمانت

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنهما انّ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال اضمنوا الی ستاً مّن انفسکم اضمن لکم الجنة اصدقوا اذا حدّثتم واوفوا اذا وعدتم وادّوا اذا ائتمنتم واحفظوا فروجکم وغضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم .

(رواہ احمد)

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ تم چھ باتوں کے ضامن ہو جاؤ اور ان کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں (وہ چھ باتیں یہ ہیں) ۔۱۔ جب بات کرو تو ہمیشہ سچ بولو۔۲۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔۳۔ جب کوئی امانت تمہارے سپرد

کی جائے تو اس کو ٹھیک ادا کرو۔۴۔ اور حرام کاری سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔۵۔اور جن چیزوں کی طرف نظر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے ان کی طرف سے آنکھیں بند کرو یعنی کوشش کرو کہ ان پر نظر نہ پڑے۔۶۔ اور جن موقعوں پر ہاتھ روکنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ہاتھ روکو (یعنی ناحق کسی کو نہ مارو نہ ستاؤ کسی کی کوئی چیز چھیننے کے لئے ہاتھ نہ بڑھاؤ وغیرہ وغیرہ)۔"

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان لے آیا ہے اور فرائض وارکان ادا کرتا ہے اور مذکورہ بالا چھ بنیادی اخلاق (صدق وامانت وغیرہ) کا بھی اپنے کو پابند بنالیتا ہے تو پھر یقیناً وہ جنتی ہے، اور اس کے لئے اللہ ورسول کی طرف سے جنت کی ضمانت اور بشارت ہے۔

تجارت میں صدق وامانت کا بڑا فائدہ

عن ابی سعیدرضی اللہ عنہما قال قال رسول الله صلی اللّٰہ علیہ وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبین والصدیقین والشھداء. (رواہ الترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ سچا اور امانت دار

سوداگر، (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء
کے ساتھ ہوگا۔"

فائدہ

اس حدیث نے واضح طور پر یہ بھی بتایا کہ قرب خداوندی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کے لئے بھی دنیا اور مشاغل دنیا چھوڑنا ضروری نہیں، بلکہ ایک سوداگر بازار میں بیٹھ کر اللہ و رسولؐ کے احکام کی فرمانبرداری اور صدق و امانت جیسے دینی قوانین کی پابندی کے ذریعہ آخرت میں حضرات انبیاء اور صدیقین و شہداء کی معیت اور رفاقت تک حاصل کر سکتا ہے۔

عَنْ عُبَيْد بْنِ رفاعة عن ابيه رضى الله عنهما عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال التجار يحشرون يوم القيمة فجاراً الا من اتّقى وبرّ و صدق. (رواه الترمذى)

"حضرت عبید بن رفاعہ اپنے والد ماجد حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا، کہ:۔ تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار اٹھائے جائیں گے، (یعنی عام تاجروں کا حشر بدکاروں کا سا ہوگا) سوائے ان (خدا ترس اور خدا پرست) تاجروں

کے، جنہوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ، نیکی اور حسن
سلوک اور سچائی کو برتا ہوگا۔"

جھوٹ اور خیانت ایمان کے منافی ہیں

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطبع المومن علی الخلال کلّھا الا الخیانۃ والکذب.

(رواہ احمد)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ:۔ مومن کی طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے، سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔"

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ مومن اگر واقعی مومن ہو، تو جھوٹ اور خیانت کی اس کی فطرت میں گنجائش نہیں ہوسکتی، دوسری برائیاں اور کمزوریاں اس میں ہوسکتی ہیں لیکن خیانت اور جھوٹ جیسی خالص منافقانہ عادتیں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں، پس اگر کسی میں یہ بری عادتیں موجود ہوں، تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اس کو ایمان کی حقیقت ابھی نصیب نہیں ہوئی اور اگر اپنی اس محرومی پر وہ مطمئن نہیں رہنا چاہتا ہے، تو اس کو ان خلاف ایمان عادتوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنا چاہئے۔

جھوٹ رذائل اخلاق میں سے ہے

وہ ناپسندیدہ خصلتیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدہ فرمایا اوران سے باز رہنے اور بچنے کا حکم دیا ''رزائل'' کہلاتی ہیں۔یہ ایسی ناپسندیدہ خصائل ہیں کہ فطرت انسانی نے ہمیشہ سے اسے برا سمجھا ہے اوراس سے گھن کی ہے۔جن کو اختیار کرنا گناہ اور عذاب الٰہی کا سبب ہے اور دنیا میں بھی انسان کے لیے مضرت رساں ہیں۔

ان رذائل کی بدولت معاشرہ کو نقصانات پہنچتے ہیں اور اگر قوم میں یہ عام ہو جائیں تو پوری قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کاشت کار بھی اچھی پیداوار اور اپنی محنت کا اچھا ثمر حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے زمین کو جھاڑ جھنکار سے صاف کرتا ہے تو اس میں تخم کاری بار آور ثابت ہوتی ہے اور وہ زمین آبیاری سے پھولتی پھلتی ہے۔

اس مقام پر ان میں سے بے حد نقصانات اور مضرت رساں رذائل اخلاق میں سے جھوٹ کو بیان کیا جاتا ہے۔

جھوٹ سچائی کی ضد ہے

عربی میں اس رذیلت کو ''کذب'' کہا جاتا ہے اور کذب جھوٹے اور جھوٹ! بولنے والے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔کذب یعنی جھوٹ صدق یعنی سچائی کے مقابلہ پر رذیلت اور برائی ہے۔اسی وجہ سے اسلام نے جس طرح سچائی

کو تمام اچھائیوں کی بنیاد بتایا اسی طرح جھوٹ کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جھوت کی مذمت فرمائی ہے اور اکثر مقامات پر صدق اور سچائی کی تعریف و توصیف بیان فرما کر جھوٹ اور کذب کی برائی اور مذمت کی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ایک ایسا اعزاز تھا جس پر ایمان لانے والوں نے سب سے پہلے توجہ کی اور اس سے متاثر ہوئے کہ انسان اپنے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا تو وہ ایک ایسی ذات کی ربوبیت کے لیے کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے جھوٹ کی مذمت کے مختلف پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ فرمایا "جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ میں لے جانے والا کام ہے۔

"ایک صحابی نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا
کہ دوزخ میں لے جانے والا کام کیا ہے؟"

فرمایا:

"جھوٹ بولنا"

جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا اور پھر گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور پھر کفر کرے گا تو دوزخ میں جائے گا۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی خیانت یہ کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمہاری بات کو سچ سمجھے حالاں کہ تم نے جو بات اس سے کہی ہے وہ جھوٹی ہے۔''

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھا جائے تو جھوٹ کے کوئی پہلو سامنے آتے ہیں مختصراً اس کو سامنے رکھیں اور اس پر تفصیل آگے آرہی ہے۔

ا۔ تجارت میں جھوٹ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تجارت میں جھوٹی قسمیں کھانے والے شخص سے نہ گفتگو فرمائے گا اور نہ اس کی طرف توجہ فرمائے گا اور نہ اسے پاک کر کے جنت میں داخل کرے گا کیوں کہ وہ شخص جھوٹی قسم کے ذریعے اپنے مال تجارت کو فروغ دینے والا ہوگا۔''

۲۔ جھوٹ اور منافقت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کے مطابق منافق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ جب منافق گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور چوں کہ منافق کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ ہوتا ہے اس لیے جھوٹا منافق قرار پائے گا۔

۳۔ مذاق میں جھوٹ

بعض موقعوں پر لوگ تفریحاً گفتگو میں لطفِ بیان کے لیے جھوٹ بول جاتے ہیں مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لیے تین بار افسوس اور بربادی کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔

۴۔ جھوٹا تکلّف اور بناوٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے تکلف سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے کہ انسان کو بھوک ہو اور وہ تکلف سے کسی کے کھانے کے لیے مدعو کرنے پر انکار کردے فرمایا:

"تم بھوک، اور جھوٹ کو جمع کرو۔"

۵۔ جھوٹ اور خیانت

اگر کوئی کسی پر اعتماد کرے اور جس پر اعتماد کیا گیا وہ جھوٹ بول کر اسے نقصان پہنچائے تو اسے سخت خیانت قرار دیا گیا فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

"یہ ایک بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنی بھائی سے ایک جھوٹی بات کہو حالاں کہ وہ تمہیں سچا سمجھتا ہے۔"

۶۔ جھوٹی شہادت

انسان کی بات کی ایک خطرناک اور بدترین صورت یہ بھی ہے کہ کسی

معاملہ میں جھوٹی گواہی دے اسے اسلام نے ''زور'' کہا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی عزت جاتی ہے اور معاشرتی نظام میں نقصان پہنچتا ہے۔ یہ جھوٹ کی قسم ایسی قبیح اور قابلِ نفرت ہے کہ قرآن حکیم نے اس کا ذکر ''شرک'' کے ساتھ کیا ہے۔

۷۔ بہتان لگانا

کسی پر جھوٹا الزام اور تہمت لگانا بھی جھوٹ میں شامل ہے جسے قرآن نے ''بہتان عظیم'' کہا ہے اور جس کی پاداش میں اسی کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی گئی اور برسرعام اس کی سزا دینے کا حکم دیا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور صالح معاشرہ میں فساد نہ پھیلائیں۔

۸۔ سب سے بڑھ کر جھوٹ

جھوٹ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان جو کچھ سنے بلاتحقیق اسے دوسروں تک پہنچائے اس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''آدمی کے لیے یہ جھوٹ کافی ہے کہ جو سنے اسے آگے کہتا پھرے۔''

جھوٹ کی گندگی اور سڑاہند

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کذب العبد

تباعد عنه الملک میلاً من نتن ماجاء به.

(رواه الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔''

فائدہ

جس طرح اس مادی عالم کی مادی چیزوں میں خوشبو اور بدبوس ہوتی ہو، اس طرح اچھے اور برے اعمال اور کلمات میں بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے، جس کو اللہ کے فرشتے اسی طرح محسوس کرتے ہیں جس طرح ہم یہاں کی مادی خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتے ہیں اور کبھی کبھی وہ اللہ کے بندے بھی اس کو محسوس کرتے ہیں جن کی روحانیت ان کی مادیت پر غالب آجاتی ہے۔

یہ بڑی سخت خیانت ہے

عَنْ سُفْیَانَ بن بن اسید الحضرمی رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کبرت خیانة ان تحدث اخاک حدیثاً وھو لک به مصدق وانت به کاذب . (رواہ ابوداؤد)

"حضرت سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے، آپ فرماتے تھے:۔ یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات جھوٹی بیان کرو، درانحالیکہ وہ تم کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہو۔"

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ جھوٹ اگرچہ بہرحال گناہ ہے اور بہت سنگین گناہ ہے لیکن بعض خاص صورتوں میں اس کی یہ سنگینی اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے، ان ہی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص تم پر پورا بھروسہ اور اعتبار کرے اور تم کو بالکل سچا سمجھے اور تم اس کے اعتبار اور حسن ظن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس سے جھوٹ بولو اور اس کو دھوکا دو۔

جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے

عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رضی الله عنهما قال رسول الله عليه وسلم صلوٰة الصبح فلما انصرف قام قائماً فقال عدلت شهادة الزور بالاشراک بالله ثلث مرّاتٍ ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء لله غير مشركين به. (رواه ابو داؤد)

''حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھی، آپ اس سے فارغ ہوئے تو ایک دم کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ:۔ جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر کر دی گئی، یہ بات آپ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی، اور قرآن مجید (سورۃ حج) کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

''فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور'' (بتوں کی یعنی بت پرستی کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بچے رہو، صرف ایک اللہ کے ہو کر کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتے ہوئے رہو)۔''

فائدہ

ابھی اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہر جھوٹ گناہ ہے لیکن اس کی بعض قسمیں اور بعض صورتیں بہت ہی بڑا گناہ ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ کسی قضیہ اور معاملہ میں جھوٹی گواہی دی جائے، اور جھوٹی گواہی کے ذریعہ کسی اللہ کے بندہ کو نقصان پہنچایا جائے۔ سورہ حج کی مذکورہ بالا آیت میں جھوٹ کی اسی قسم کو شرک اور بت پرستی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور دونوں سے بچنے کی تاکید کے لئے ایک ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے اسی طرز بیان کا حوالہ دیکر رسول اللہؐ نے اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ جھوٹی گواہی اپنی گندگی میں اور

اللہ کی ناراضی اور لعنت کا باعث ہونے میں شرک باللہ کے ساتھ جوڑ دی گئی ہے، اور یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی، اور کھڑے ہو کر ایک خاص جلالی انداز میں ارشاد فرمائی۔

اور جامع ترمذی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا اور تین دفعہ ارشاد فرمایا:

''کیا میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ سب سے بڑے گناہ کون کون ہیں؟''

پھر آپ نے فرمایا:

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اور معاملات میں جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔''

راوی کا بیان ہے کہ پہلے آپ سہارا لگائے ہوئے بیٹھے تھے لیکن پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اور بار بار آپ نے اس ارشاد کو دہرایا، یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش اب آپ خاموش ہو جاتے...... یعنی اس وقت آپ پر ایک ایسی کیفیت طاری تھی اور آپ ایسے جوش سے فرما رہے تھے کہ ہم محسوس کر رہے تھے کہ آپ کے قلب مبارک پر اس وقت بڑا بوجھ ہے، اس لئے جی چاہتا تھا کہ اس وقت آپ خاموش ہو جائیں، اور اپنے دل پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں۔

جھوٹی قسم اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حلف علی یمین صبر وھو فیھا فاجر یقتطع بھا مال امری مسلمٍ لقی اللہ یوم القیمۃِ وھو علیہ غضبان.

(رواہ البخاری و مسلم)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان آدمی کا مال مارے، تو قیامت کے اللہ کے سامنے اس حال ہی اس کی پیشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک اور ناراض ہوں گے۔"

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنھماقال قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیھو سلم من اقتطع حق امری مسلم بیمینہ فقد اوجب اللہ لہ النار وحرم علیہ الجنۃ فقال لہ رجل وان کان شیئا یسیرا یا رسول اللہ قال وان کا قضیاً من اراکٍ.

(رواہ مسلم)

"حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ: جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق ناجائز طور سے مار لیا، تو اللہ نے

ایسے آدمی کے لئے دوزخ واجب کردی ہے اور جنت کو
اس پر حرام کردیا ہے...... حاضرین میں سے کسی شخص نے
عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر چہ وہ
کوئی معمولی ہی چیز ہو (یعنی اگر کسی نے کسی کی بہت معمولی
سی چیز قسم کھا کر ناجائز طور سے حاصل کرلی، تو کیا اس
صورت میں بھی دوزخ اس کیلئے واجب اور جنت اس پر
حرام ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ہاں
اگر چہ جنگلی درخت کی ٹہنی ہی ہو۔"

فائدہ

یعنی اگر بالکل معمولی اور بالکل بے حیثیت قسم کی کسی کی کوئی چیز بھی
جھوٹی قسم کھا کر کوئی حاصل کرے گا تو وہ بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

**عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسٍ رضی اللہ عنهما قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقتطع مالا
بیمین الا لقی اللہ وھو اجذم. (سنن ابی داؤد)**

"حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال
جھوٹی قسم کھا کر مار لے گا وہ اللہ کے سامنے کوڑھی
ہو کر پیش گا۔"

فائدہ

ان تینوں حدیثوں میں اس شخص کا انجام بیان کیا گیا ہے جو کسی معاملہ اور مقدمہ میں جھوٹی قسم کھا کر دوسرے فریق کا مال مار لے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی پہلی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب خدا کے دربار میں اس کی پیشی ہوگی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوگا...... **نعوذ باللہ من غضبه و عقابه**......اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ والی دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسے شخص پر جنت حرام ہے، اور دوزخ کا اس کے لئے لازمی اور قطعی فیصلہ ہے......اور حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی خدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن کوڑھی ہو کر خدا کے سامنے پیش ہوگا......اللہ کی پناہ! کتنی سخت ہیں یہ تینوں سزائیں اور ظاہر ہے کہ ان میں باہم کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے، لہذا اگر یہ شخص اس گناہ عظیم سے توبہ اور تلافی کر کے دنیا سے نہیں گیا ہے، تو پھر ان حدیثوں کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو یہ سب کچھ پیش آئے گا، اور وہ یہ سارے عذاب چکھے گا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ حاکم کی عدالت میں خدا کی قسم کھا کر، اور خدا کو گویا اپنا گواہ قرار دیکر جھوٹ بولنا، اور کسی بندہ کا مال مارنے کے لئے یا اس کو بے آبرو کرنے کے لئے خدا کے پاک نام کو استعمال کرنا، ہے بھی ایسا ہی بڑا گناہ کہ اس کی سزا جتنی بھی سخت دی جائے عین حکمت ہے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارًا قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ.(رواه مسلم)

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے ہم کلام ہوگا، نہ ان پر عنایت کی نظر کرے گا، اور نہ گناہوں اور گندگیوں سے ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:۔ یہ لوگ تو نامراد ہوئے اور ٹوٹے میں پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تین کون کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا تہبند حد سے نیچے لٹکانے والا (جیسا کہ متکبروں اور مغروروں کا طریقہ ہے) اور احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کے اپنا سودا چلانے والا۔"

فائدہ

جس طرح حاکم اور جج کے سامنے کسی معاملے میں جھوٹی قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے پاک نام کا نہایت غلط اور ناپاک استعمال ہے اسی طرح اپنے سودے کو بیچنے کے لئے گاہک کے سامنے جھوٹی قسم کھا کے اس کو یقین دلانا بھی اسم الٰہی کا نہایت بے محل استعمال اور بڑی گری ہوئی حرکت ہے، اس لئے یہ بھی جھوٹ کی نہایت سنگین قسم ہے اور قیامت میں ایسے شخص کو دردناک عذاب دیا جائے گا، اور اپنی ذلیل بدکرداری کی وجہ سے یہ کذاب تاجر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی اور اس کی نظر کرم اور گناہوں کی بخشش سے محروم رہے گا۔

زمانہ جاہلیت اور جھوٹ

یہ جھوٹ بولنا حرام ہے ایسا حرام ہے کہ کوئی ملت، کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں جھوٹ بولنا حرام نہ ہو، یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بھی جھوٹ بولنے کو برا سمجھتے تھے، واقعہ یاد آیا کہ جب حضور اقدس ؐ نے روم کے بادشاہ کی طرف اسلام کی دعوت کے لئے خط بھیجا تو خط پڑھنے کے بعد اس نے اپنی درباریوں سے کہا کہ ہمارے ملک میں اگر ایسے لوگ موجود ہوں، جو ان (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) سے واقف ہوں تو ان کو میرے پاس بھیج دو، تاکہ میں ان سے حالات معلومات کروں کہ وہ کیسے ہیں، اتفاق سے اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ایک تجارتی قافلہ لے کر وہاں گئے ہوئے تھے، چنانچہ لوگ ان کو بادشاہ کے

پاس لے آئے، یہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے ان سے سوالات کرنا شروع کئے پہلا سوال یہ کیا کہ یہ بتاؤ کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟ وہ کیسا خاندان ہے؟ اس کی شہرت کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ خاندان تو بڑے اعلیٰ درجے کا ہے، اعلی درجے کے خاندان میں وہ پیدا ہوئے۔ اور سارا عرب اس خاندان کی شرافت کا قائل ہے۔ اس بادشاہ نے تصدیق کرتے ہوئے کہا بالکل ٹھیک ہے، جو اللہ کے نبی ہوتے ہیں، وہ اعلیٰ خاندان سے ہوتے ہیں پھر دوسرا سوال بادشاہ نے یہ کیا کہ ان کی پیروی کرنے والے معمولی درجے کے لوگ ہیں، یا بڑے بڑے روساء ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان کے متبعین کی اکثریت کم درجے کے معمولی قسم کے لوگ ہیں، بادشاہ نے تصدیق کی کہ نبی کے متبعین ابتداءً ضعیف اور کمزور قسم کے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ پھر سوال کیا کہ تمہاری ان کے ساتھ جب جنگ ہوتی ہے تو تم جیت جاتے ہو یا وہ جیت جاتے ہیں؟ اس وقت تک چونکہ صرف دو جنگیں ہوئی تھیں۔ ایک جنگ بدر جس میں مسلمان فتح یاب ہوئے تھے، اور دوسری احد اور غزوہ احد میں چونکہ مسلمانوں کو تھوڑی سی شکست ہوئی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس موقع پر جواب دیا کہ کبھی ہم غالب آجاتے ہیں اور کبھی وہ غالب آجاتے ہیں۔

میں جھوٹ نہیں بول سکتا تھا

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد فرماتے تھے کہ

اس وقت تو میں کافر تھا۔ اس لئے اس فکر میں تھا کہ میں کوئی ایسا جملہ کہہ دوں جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تاثر قائم ہو، لیکن اس بادشاہ نے جتنے سوالات کئے، ان کے جواب میں اس قسم کی کوئی بات کہنے کا موقع نہیں ملا، اس لئے جو سوال وہ کر رہا تھا۔ اس کا جواب تو مجھے دینا تھا۔ اور جھوٹ بول نہیں سکتا تھا۔ اس لئے میں جتنے جوابات دے رہا تھا۔ وہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جا رہے تھے۔ بہر حال! جاہلیت کے لوگ جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے وہ بھی جھوٹ بولنے کو گوارہ نہیں کرتے تھے، چہ جائیکہ مسلمان اسلام لانے کے بعد جھوٹ بولے؟

(صحیح بخاری، کتاب بدءالوحی حدیث نمبر: ۷)

بغیر تحقیق کوئی بات کہنا بھی جھوٹ ہے

سورہ حجرات کی ایک آیت مبارکہ میں تو یہاں تک فرمایا کہ بغیر تحقیق کوئی بات آگے نہ پھیلاؤ اور نہ اس پر یقین کرو اور اگر بغیر تحقیق کے کوئی بات آگے پھیلاؤ گے تو یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے تو آیت مبارکہ یہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ. (سورة الحجرات: ٦)

”اے ایمان والو اگر کوئی گنہگار تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو (کہ یہ خبر سچی ہے یا

نہیں) اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ نادانی میں
کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا دو اور بعد میں تمہیں اپنے فعل پر
ندامت اور شرمساری ہو۔ (کہ ہم نے یہ کیا کر دیا)۔"

آیت کا شان نزول

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی تھی، جس کو اصطلاح میں "شانِ نزول" کہا جاتا ہے، واقعہ یہ تھا کہ عرب میں ایک قبیلہ "بنو مصطلق" کے نام سے آباد تھا، بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار جن کی بیٹی جویریہ بنت حارث امہات المومنین میں سے ہیں۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا، میں نے اسلام قبول کر لیا اور زکوٰۃ ادکرنے کا اقرار کر لیا میں نے عرض کیا کہ میں اپنی قوم مین واپس جا کر ان کو بھی اسلام کی اور ادائے زکوٰۃ کی دعوت دوں گا، جو لوگ میری بات مان لیں گے اور زکوۃ ادا کریں گے، ان کی زکوٰۃ جمع کرلوں گا، آپ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ تک اپنا کوئی قاصد بھیج دیں تاکہ زکوٰۃ کی جو رقم میرے پاس جمع ہو جائے، وہ ان کے سپرد کر دوں۔

قاصد کے استقبال کے لیے بستی سے باہر نکلنا

حسب وعدہ جب حضرت حارث بن ضرار رضی اللہ عنہ نے ایمان

لانے والوں کی زکوٰۃ جمع کر لی اور وہ مہینہ اور وہ تاریخ جو قاصد بھیجنے کے لیے طے ہوئی تھی گزر گئی، اور آپ کا کوئی قاصد نہ پہنچا تو حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کسی بات پر ناراض ہیں، ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ وعدے کے مطابق اپنا آدمی نہ بھیجتے، حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے اس خطرہ کا ذکر اسلام قبول کرنے والوں کے سرداروں سے کیا اور ارادہ کیا کہ یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ قبیلہ ''بنو المصطلق'' کے لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ فلاں تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آئیگا، اس لیے اس تاریخ کو یہ حضرات تعظیماً بستی سے باہر نکلے کے قاصد کا استقبال کریں۔

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا واپس جانا

دوسری طرف یہ واقعہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ تاریخ پر حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیج دیا تھا، مگر حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو راستے میں یہ خیال آیا کہ اس قبیلے کے لوگوں سے میری پرانی دشمنی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں۔ چوں کہ وہ لوگ ان کے استقبال کے لیے بستی سے باہر بھی نکلے تھے، اس لیے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو اور زیادہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ شاید پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، چناں چہ آپ راستے ہی

سے واپس ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کہا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا، اس لیے میں واپس چلا آیا۔

تحقیق کرنے پر حقیقت کا ظاہر ہونا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر غصہ آیا اور آپ نے مجاہدین کا ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ادھر سے مجاہدین کا لشکر روانہ ہوا، ادھر حضرت حارث بن ضرار اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے، جب آمنا سامنا ہوا تو حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ لوگ ہمارے اوپر کیوں چڑھائی کرنے آئے ہو، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری بات یہ ہوئی تھی کہ تم میں سے کوئی شخص زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آئے گا لشکر والوں نے جواب دیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے ایک شخص آیا تھا، لیکن آپ لوگوں نے اس پر حملہ کرنے کے لیے لشکر اکٹھا کر لیا۔ بنو مصطلق کے لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کوئی آدمی نہیں آیا اور نہ ہم نے لشکر اکٹھا کیا؛ بلکہ ہم لوگ اس خیال میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آنے والا ہے، اس لیے ہم لوگ روزانہ استقبال کرنے کے ارادے سے باہر نکل کر جمع ہو جاتے تھے، حقیقت حال کھلی اور پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ

سنایا کہ یہ غلط فہمی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے یہ سارا قصہ ہوا۔اس موقع پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

سنی سنائی بات پر یقین کبھی مت کیجئے!

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے ایمان والوں! جب تمہارے پاس کوئی غیر ذمہ دار آدمی کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے اس کی تحقیق کرو، تحقیق کے بغیر اس خبر کی بنیاد پر کوئی کارروائی نہ کرو۔اس واقعہ میں ساری غلط فہمی جو پیدا ہوئی، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے آکر بتادیا ہوگا کہ یہ لوگ تم سے لڑنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں ،اس لیے وہ راستے ہی سے واپس آگئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کو یہ ہدایت دیدی کہ ایسا نہ ہو کہ جو بات کسی سے سن لی ،بس اس پر یقین کرلیا، اور اس بات کو آگے چلتا کردیا اور اس خبر کی بنیاد پر کوئی کارروائی شروع کردی، ایسا کرنا حرام ہے۔

فائدہ

لہٰذا ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان کرتے پھرنا بھی ایک درجہ کا جھوٹ ہے اور جس طرح جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کی عادت رکھنے والا آدمی قابل اعتماد نہیں ہوتا اسی طرح یہ آدمی بھی لائق اعتماد نہیں رہتا۔

بہر حال مومن کو چاہئے کہ وہ اس سے بھی اپنی زبان کی بھی حفاظت

کر لے۔ اور سنی سنائی بات کو آگے پھیلانے سے بھی گریز کرے یہ بھی جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔

منافق کی تین علامتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین خصلتیں ایسی ہیں، جو منافق ہونے کی نشانی ہیں۔ یعنی کسی مسلمان کا کام نہیں ہے کہ وہ یہ کام کرے، اگر کسی انسان میں یہ باتیں پائی جائیں تو سمجھ لو کہ وہ منافق ہے۔ وہ تین باتیں یہ ہیں کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ اور جب وعدہ کرے، تو اس کی خلاف ورزی کرے، اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ چاہے وہ نماز بھی پڑھتا ہو اور روزے بھی رکھتا ہو اور چاہے دعویٰ کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں، اس لئے کہ مسلمان ہونے کی جو بنیادی صفات ہیں، وہ ان کو چھوڑے ہوئے ہے۔

ہاں البتہ......

حضرت ام کلثوم (بنت عقبہ بن ابی معیط) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ وہ آدمی جھوٹا اور گنہگار نہیں ہے جو باہم لڑنے والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے، اور اس سلسلہ میں

(ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو) خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچائے اور (اچھا اثر ڈالنے والی) اچھی باتیں کرے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

فائدہ

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو شخصوں یا دو پارٹیوں کے درمیان سخت نزاع اور رنجش ہے اور ہر فریق دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتا ہے، اور پھر اس کے نتیجے میں بڑے بڑے شر اور فتنے پیدا ہوتے ہیں، کبھی کبھی تو خون خرابہ اور قتل و غارت اور آبرو ریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اور عداوت کے جوش میں ہر طرف سے ظلم اور تعدی کو اپنا حق سمجھا جاتا ہو، ان حالات میں اگر کوئی مخلص اور بے غرض بندہ ان دونوں برسر جنگ فریقوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے، اور اس کے لئے وہ ضرورت محسوس کرے کہ ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو ایسی خیر اندیشی کی باتیں پہنچائی جائیں جن سے جنگ و عداوت کی آگ بجھے اور خوش گمانی اور مصالحت کی فضا پیدا ہو، جو واقعہ میں اس فریق نے نہ کہی ہوں، تو اس مخلص بندہ کا ایسا کرنا اس جھوٹ میں شمار نہ ہوگا، بس یہی اس حدیث کا منشا ہے۔ اور یہی مطلب ہے حضرت سعدی شیرازیؒ کے اس مقولہ کا، کہ:

"دروغ مصلحت آمیز بہ از راستئ فتنہ انگیز۔"

جھوٹ کی بعض خفی قسمیں

جھوٹ کی چند سنگین قسموں کا ذکر تو اوپر ہو چکا، لیکن بعض جھوٹ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو بہت سے لوگ جھوٹ ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ وہ بھی

جھوٹ ہی میں داخل ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی ہے، ذیل کی حدیثوں میں جھوٹ کی بعض ایسی ہی صورتوں کا ذکر ہے۔

بچوں کے ساتھ بھی جھوٹ مت بولیں

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، میری والدہ نے مجھے پکارا اور کہا بڑھ کے آ، میں تجھے کچھ دوں گی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری ماں سے فرمایا:۔تم نے اس بچے کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے؟ میری ماں نے عرض کیا میں نے اس کو ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔یاد رکھو اگر اس کہنے کے بعد تم اس بچے کو کوئی چیز بھی نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔

(سنن ابی داؤد، شعیب الایمان للبیہقی)

فائدہ

اس حدیث نے یہ سبق دے دیا کہ بچے کے ساتھ بھی جھوٹ نہ بولو، اور اس کے ساتھ بھی وعدہ خلافی نہ کرو، ورنہ شروع ہی سے جھوٹ کی برائی اس کے دل سے نکل جائے گی۔

بچوں کے دلوں میں جھوٹ کی نفرت پیدا کریں

بچوں کے دل میں جھوٹ کی نفرت پیدا کریں، خود بھی شروع سے جھوٹ

سے بچنے کی عادت ڈالیں۔ اور بچوں سے اس طرح بات کریں کہ ان کے دلوں میں بھی جھوٹ کی نفرت پیدا ہو جائے، اور سچائی کی محبت پیدا ہو، اس لئے بچوں کے سامنے کبھی غلط بات اور کوئی جھوٹ نہ بولیں، اس لئے کہ جب بچہ یہ دیکھتا ہے کہ باپ جھوٹ بول رہا ہے، ماں جھوٹ بول رہی ہے تو پھر بچے کے دل سے جھوٹ بولنے کی نفرت ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنا تو روزانہ کا معمول ہے، اس لئے بچپن ہی سے بچوں میں اس بات کی عادت ڈالی جائے کہ زبان سے جو بات نکلے، وہ پتھر کی لکیر ہو، اس میں کوئی غلطی نہ ہو، اور نفس الامر کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ دیکھئے، نبوت کے بعد سب سے اونچا مقام ''صدیق'' کا مقام ہے۔ اور ''صدیق'' کے معنی ہیں ''بہت سچا'' جس کے قول میں خلاف واقعہ بات کا شبہ نہ ہو۔

مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولیں

ہم لوگ محض مذاق اور تفریح کے لئے زبان سے جھوٹی باتیں نکال دیتے ہیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق میں بھی جھوٹی باتیں زبان سے نکالنے سے منع فرمایا ہے:

> ''چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ افسوس ہے کہ اس شخص پر (یا سخت الفاظ میں اس کا صحیح ترجمہ یہ کر سکتے ہیں اس شخص کے لئے دردناک عذاب ہے،) جو محض لوگوں کو

ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔"

(ابوداؤد، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۴۹۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق کا انداز

خوش طبعی کی باتیں اور مذاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا، لیکن کبھی کوئی ایسا مذاق نہیں کیا جس میں بات غلط ہو، یا واقعہ کے خلاف ہو، آپ نے کیسا مذاق کیا آیئے دیکھئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بڑھیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لئے دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں پہنچادیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی، اور وہ بڑھیا رونے لگی کہ یہ تو بڑی خطرناک بات ہوگئی کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کرکے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عورت اس حالت میں جنت میں نہیں جائے گی کہ وہ بوڑھی ہو، بلکہ وہ جوان ہوکر جائے گی، تو آپ نے ایسا لطیف مذاق فرمایا کہ اس میں کوئی بات نفس الامر کے خلاف اور جھوٹی نہیں تھی۔

(شمائل الترمذی، باب ما جاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ)

حدیث مبارکہ میں ایک واقعہ یہ بھی ملتا ہے کہ

ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایک اونٹنی دے دیجئے، آپ نے فرمایا کہ ہم تم کو ایک اونٹنی کا بچہ

دیں گے۔ اس نے کہا! یارسول اللہ! میں بچے کو لے کر کیا کروں گا۔ مجھے تو سواری کے لئے ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں جو بھی اونٹ دیا جائے گا وہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوگا۔

(یہ آپ نے اس سے مذاق فرمایا، اور ایسا مذاق جس میں خلاف حقیقت اور غلط بات نہیں کہی۔) تو مذاق کے اندر بھی اس بات کا لحاظ ہے کہ زبان کو سنبھال کر استعمال کریں اور زبان سے کوئی لفظ غلط نہ نکل جائے، اور آج کل ہمارے اندر سچے جھوٹے قصے پھیل گئے ہیں، اور خوش گپیوں کے اندر ہم ان کو بطور مذاق بیان کر دیتے ہیں۔ یہ سب جھوٹ کے اندر داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

آمین (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی مزاح النبی ﷺ)

جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ جاری کرنا

آج کل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوانا جھوٹ میں داخل ہی نہیں ہے، اور دین صرف ذکر و شغل کا نام رکھ دیا۔ باقی زندگی کے میدان میں جا کر جھوٹ بول رہا ہو تو اس کا کوئی خیال نہیں۔ اسی طرح غلط سفارش کرنا بھی جھوٹ میں داخل ہے کیوں کہ اس سے لوگوں کا دھوکہ کھانا یقینی ہے۔

جھوٹا کیریکٹر سرٹیفکیٹ جاری کرنا

آج کل اس کا عام رواج ہو گیا ہے، اچھے خاصے دیندار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں مبتلا ہیں۔ کہ جھوٹے سرٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں، یا

دوسروں کیلئے جھوٹے سر ٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں، مثلاً اگر کسی کو کیریکٹر سر ٹیفکیٹ کی ضرورت پیش آگئی، اب وہ کسی کے پاس گیا، اور اس سے کیریکٹر سر ٹیفکیٹ حاصل کرلیا، اور جاری کرنے والے نے اس کے اندر یہ لکھ دیا کہ میں ان کو پانچ سال سے جانتا ہوں، یہ بڑے اچھے آدمی ہیں، ان کا اخلاق و کردار بہت اچھا ہے، کسی کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ ہم یہ ناجائز کام کر رہے ہیں، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں، اس لئے کہ یہ ضرورت مند تھا۔ ہم نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔ اس کا کام کر دیا، یہ تو باعث ثواب کا کام ہے، حالانکہ اگر آپ اس کے کیریکٹر سے واقف نہیں ہیں تو آپ کے لئے ایسا سر ٹیفکیٹ جاری کرنا ناجائز ہے، چہ جائیکہ وہ سمجھے کہ میں ایک ثواب کا کام کر رہا ہوں۔ اور کسی ایسے شخص سے کیریکٹر سر ٹیفکیٹ حاصل کرنا جو آپ کو نہیں جانتا۔ یہ بھی ناجائز ہے، گویا کہ سر ٹیفکیٹ لینے والا بھی گناہ گار ہوگا، اور دینے والا بھی گناہ گار ہوگا۔

سر ٹیفکیٹ ایک گواہی ہے

قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ.

(سورة الزخرف: ٨٦)

یاد رکھئے: یہ سر ٹیفکیٹ اور یہ تصدیق نامہ شرعاً ایک گواہی ہے، اور جو شخص اس سر ٹیفکیٹ پر دستخط کر رہا ہے، وہ حقیقت میں گواہی دے رہا ہے اور

اس آیت کی رو سے گواہی دینا اس وقت جائز ہے جب آدمی کو اس بات کا علم ہو، اور یقین سے جانتا ہو کہ یہ واقع میں ایسا ہے، تب انسان گواہی دے سکتا ہے، اس کے بغیر انسان گواہی نہیں دے سکتا۔ آج کل ہوتا یہ ہے کہ آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، لیکن آپ نے کیریکٹر سر ٹیفکیٹ جاری کر دیا، تو یہ جھوٹی گواہی کا گناہ ہوا، اور جھوٹی گواہی اتنی بری چیز ہے کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا حدیث شریف پڑھیئے۔

جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے

"حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ بڑے بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ اس وقت تک آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اور پھر فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا، اور اس جملے کو تین مرتبہ دھرایا۔"

(صحیح مسلم کتاب الایمان)

فائدہ

اب آپ اس سے اس کی شناعت کا اندازہ لگائیں کہ ایک طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا، دوسرے یہ کہ اس کو تین مرتبہ ان الفاظ کو اس طرح دہرایا کے پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر اس کے بیان کے وقت سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اور خود قرآن کریم نے بھی اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا
قَوْلَ الزُّورِ. (سورۃ الحج: آیت/ ۳۰)

"تم بت پرستی کی گندگی سے بچو، اور جھوٹی بات سے (بھی) بچو اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کتنی خطرناک چیز ہے۔"

سرٹیفکیٹ جاری کرنے والا گناہ گار ہوگا

جھوٹی گواہی دینا جھوٹ بولنے سے بھی زیادہ شنیع اور خطرناک ہے۔ اس لئے کہ اس میں کئی گناہ مل جاتے ہیں، مثلاً ایک جھوٹ بولنے کا گناہ، اور دوسرا دوسرے شخص کو گمراہ کرنے کا گناہ، اس لئے کہ جب آپ نے غلط سرٹفکیٹ جاری کر کے جھوٹی گواہی دی۔ اور وہ جھوٹا سرٹیفکیٹ جب دوسرے شخص کے پاس پہنچا تو وہ یہ سمجھے گا کہ یہ آدمی بڑا اچھا ہے، اور اچھا سمجھ کر اس سے کوئی معاملہ کرے گا، اور اگر اس معاملہ کرنے کے نتیجے میں اس کو کوئی

نقصان پہنچے گا تو اس نقصان کی ذمہ داری بھی آپ پر ہوگی یا آپ نے عدالت میں جھوٹی گواہی دی۔ اور اس گواہی کی بنیاد پر فیصلہ ہو گیا، تو اس فیصلے کے نتیجے میں جو کچھ کسی کا نقصان ہوا۔ وہ سب آپ کی گردن پر ہوگا۔ اس لئے یہ جھوٹی گواہی کا گناہ معمولی گناہ نہیں ہے، بڑا سخت گناہ ہے۔

جھوٹ کی گرم بازاری عدالتوں میں بھی

آج کل تو جھوٹ کا ایسا بازار گرم ہے کہ کوئی شخص دوسری جگہ جھوٹ بولے یا نہ بولے، لیکن عدالت میں جھوٹ بولے گا بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے ہوئے سنا کہ:

"میاں سچی سچی بات کہہ دو کوئی عدالت میں تھوڑی کھڑے ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بولنے کی جگہ تو عدالت ہے۔ وہاں جا کر جھوٹ بولنا، یہاں آپس میں جب بات چیت ہو رہی ہے تو سچی سچی بات بتا دو۔ حالانکہ عدالت میں جا کر جھوٹی گواہی دینے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے برابر قرار دیا ہے، اور یہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

انسان کو معاملات سے پرکھیئے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے کسی تیسرے شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! وہ تو بڑا اچھا آدمی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ فلاں شخص

بڑے اچھے اخلاق اور کردار کا آدمی ہے، اچھا یہ بتاؤ کہ کیا کبھی تمہارا اس کے ساتھ لین دین کا معاملہ پیش آیا؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، لین دین کا معاملہ تو کبھی پیش نہیں آیا، پھر آپ نے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تم نے کبھی اس کے ساتھ سفر کیا؟ اس نے کہا نہیں، میں نے کبھی اس کے ساتھ سفر بھی تو نہیں کیا، آپ نے فرمایا کہ پھر تمہیں کیا معلوم کہ وہ اخلاق و کردار کے اعتبار سے کیسا آدمی ہے؟ اس لئے کہ اخلاق و کردار کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے، جب انسان اس کے ساتھ لین دین کرے، اور اس میں وہ کھرا ثابت ہو، تب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کردار اچھا ہے، اور اس کے اخلاق کا معلوم کرنے کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے۔ اس لئے کہ سفر کے اندر انسان اچھی طرح کھل کر سامنے آجاتا ہے، اس کے اخلاق، اس کا کردار، اس کے حالات، اس کے جذبات، اس کے خیالات، یہ ساری چیزیں سفر میں ظاہر ہوتی ہیں، لہٰذا اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی لین دین کا معاملہ کیا ہوتا، یا اس کے ساتھ سفر کیا ہوتا، تب تو بیشک یہ کہنا درست ہوتا کہ وہ اچھا آدمی ہے، لیکن جب تم نے اس کے ساتھ نہ تو معاملہ کیا، نہ اس کے ساتھ سفر کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کو جانتے نہیں ہو، اور جب تم جانتے تو پھر خاموش رہو، نہ برا کہو، اور نہ اچھا کہو، اور اگر کوئی شخص اس کے بارے پوچھے تو تم اس حد تک بتا دو، جتنا تمہیں معلوم ہے، مثلاً یہ کہہ دو کہ بھائی، مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے تو میں نے دیکھا ہے، باقی آگے کے حالات مجھے معلوم نہیں۔

جھوٹ عمل سے بھی ہوتا ہے

جھوٹ جس طرح زبان سے ہوتا ہے، بعض اوقات عمل سے بھی ہوتا ہے، اس لئے کہ بعض اوقات انسان ایسا عمل کرتا ہے، جو درحقیقت جھوٹا عمل ہوتا ہے، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور. (ابو داؤد)

یعنی جو شخص اپنے عمل سے اپنے آپ کو ایسی چیز کا حامل قرار دے جو اس کے اندر نہیں ہے تو وہ جھوٹ کا لباس پہننے والا ہے، مطلب اس کا یہ کہ کوئی شخص اپنے عمل سے اپنے آپ کو ظاہر کرے جیسا کہ حقیقت میں نہیں ہے۔ یہ بھی گناہ ہے۔ مثلاً ایک شخص جو حقیقت میں بہت دولت مند نہیں ہے، لیکن وہ اپنے آپ کو اپنی اداؤں سے، اپنی نشست برخاست سے، اپنے طریق زندگی سے اپنے آپ کو دولت مند ظاہر کرتا ہے، یہ بھی عملی جھوٹ ہے، یا اس کے برعکس ایک اچھا خاصا کھاتا پیتا انسان ہے۔ لیکن اپنے عمل سے تکلف کر کے اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرتا ہے، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ بہت مفلس ہے۔ نادار ہے۔ غریب ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ غریب نہیں ہے۔ اس کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی جھوٹ قرار دیا۔ لہٰذا عملی طور پر کوئی ایسا کام کرنا جس سے دوسرے شخص پر غلط تاثر قائم ہو۔ یہ بھی جھوٹ کے اندر داخل ہے۔

اپنے نام کے ساتھ ''سیّد'' لکھنا

بہت سے لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ایسے الفاظ اور القاب لکھتے ہیں

جو واقعہ کے مطابق نہیں ہوتے، چونکہ رواج چل پڑا ہے، اس لئے بلا تحقیق لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے اپنے نام کے ساتھ ''سید'' لکھنا شروع کر دیا۔ جب کہ حقیقت میں ''سید'' نہیں ہے، اس لئے کہ حقیقت میں ''سید'' وہ ہے جو باپ کی طرف سے نسب کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہو، وہ ''سید'' ہے، بعض لوگ ماں کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوتے ہیں، اپنے آپ کو ''سید'' لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ لہٰذا جب تک ''سید'' ہونے کی تحقیق نہ ہو، اس وقت تک ''سید'' لکھنا جائز نہیں، البتہ تحقیق کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اگر خاندان میں یہ بات مشہور چلی آتی ہے کہ یہ سادات کے خاندان میں ہیں تو پھر ''سید'' لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر ''سید'' ہونا معلوم نہیں ہے۔ اور نہ اس کی دلیل موجود ہے، تو اس میں بھی جھوٹ بولنے کا گناہ ہے۔

لفظ ''پروفیسر'' اور ''مولانا'' لکھنا

بعض لوگ حقیقت میں ''پروفیسر'' نہیں ہیں، لیکن اپنے نام کے ساتھ ''پروفیسر'' لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ''پروفیسر'' تو ایک خاص اصطلاح ہے۔ جو خاص لوگوں کے لئے بولی جاتی ہے۔ یا جیسے ''عالم'' یا ''مولانا'' کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو درس نظامی کا فارغ التحصیل ہو۔ اور باقاعدہ اس نے کسی سے علم حاصل کیا ہو۔ اس کے لئے ''مولانا'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اب بہت سے لوگ جنہوں نے باقاعدہ علم حاصل

نہیں کیا۔ لیکن اپنے نام کے ساتھ ''مولانا'' لکھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ بھی خلاف واقعہ ہے، اور جھوٹ ہے۔ ان باتوں کو ہم لوگ جھوٹ نہیں سمجھتے، اور ہم یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بھی گناہ کے کام ہیں۔ اس لئے ان سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جھوٹ کی اجازت کے مواقع

البتہ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کی بھی اجازت دے دی ہے، لیکن وہ مواقع ایسے ہیں کہ جہاں انسان اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جائے، اور جان بچانے کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو، یا کوئی نا قابل برداشت ظلم اور تکلیف کا اندیشہ ہو، کہ اگر وہ جھوٹ نہیں بولے گا تو وہ ایسے ظلم کا شکار ہو جائے گا جو قابل برداشت نہیں ہے، اس صورت میں شریعت نے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ البتہ اس میں بھی حکم یہ ہے کہ پہلے اس بات کی کوشش کرو کہ صریح جھوٹ نہ بولنا پڑے، بلکہ کوئی ایسا گول مول لفظ بول دو، جس سے وقتی مصیبت ٹل جائے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں ''تعریض اور توریہ'' کہا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ بول دیا جائے، جس کے ظاہری طور پر کچھ اور معنی سمجھ میں آ رہے ہیں، اور حقیقت میں دل کے اندر آپ نے کچھ اور مراد لیا ہے، ایسا گول مول لفظ بول دو تاکہ صریح جھوٹ نہ بولنا پڑے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جھوٹ سے اجتناب

ہجرت کے موقع پر جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمارہے تھے۔ تو اس وقت مکہ والوں نے آپ کو پکڑنے کیلئے چاروں طرف اپنے ہرکارے دوڑا رکھے تھے۔ اور یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر لائے گا، اس کو سو اونٹ انعام کے طور پر دیئے جائیں گے، اب اس وقت سارے مکہ کے لوگ آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے، راستے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جاننے والا ایک شخص مل گیا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جانتا تھا۔ مگر حضور اقدس رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتا تھا، اس شخص نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون صاحب ہیں؟ اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں تک آپ کے بارے میں اطلاع پہنچ جائے۔ اب اگر اس شخص کے جواب میں صحیح بات بتاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان خطرہ ہے، اور اگر نہیں بتاتے تو جھوٹ بولنا لازم آتا ہے، اب ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:۔

هذا الرجل يهديني السبيل.

یہ میرے رہنما ہیں، جو راستہ دکھاتے ہیں، اب آپ نے ایسا لفظ ادا کیا

جس کو سن کر اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ جس طرح عام طور پر سفر کے دوران راستہ بتانے کے لئے کوئی رہنما ساتھ رکھ لیتے ہیں، اس قسم کے رہنما جا رہے ہیں، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دل میں یہ مراد لیا کہ یہ دین کا راستہ دکھانے والے ہیں، جنت کا راستہ دکھانے والے ہیں، اللہ کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ اب دیکھئے کہ اس موقع پر انہوں نے صریح جھوٹ بولنے سے پرہیز فرمایا۔ بلکہ ایسا لفظ بول دیا جس سے وقتی کام بھی نکل گیا، اور جھوٹ بھی نہیں بولنا پڑا۔ (صحیح بخاری)

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ فکر عطا فرما دیتے ہیں کہ زبان سے کوئی کلمہ خلاف واقعہ اور جھوٹ نہ نکلے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی اس طرح مدد بھی فرماتے ہیں۔

حضرت گنگوہیؒ اور جھوٹ سے پرہیز

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ، جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں بڑا حصہ لیا تھا، آپ کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ وغیرہ ان سب حضرات نے اس جہاد میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے، اب جو لوگ اس جہاد میں شریک تھے، آخر کار انگریزوں نے ان کو پکڑنا شروع کیا۔ چوراہوں پر پھانسی کے تختے لٹکا دیئے۔

جسے دیکھا حاکم وقت نے
کہا یہ بھی صاحب دار ہے

اور ہر ہر محلے میں مجسٹریٹوں کی مصنوعی عدالتیں قائم کردی تھیں، جہاں کہیں کسی پر شبہ ہوا، اس کو مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا، اور اس نے حکم جاری کردیا کہ اس کو پھانسی پر چڑھا دو، پھانسی پر اس کو لٹکا دیا گیا، اسی دوران ایک مقدمہ میرٹھ میں حضرت گنگوہیؒ کے خلاف بھی قائم ہوگیا۔ اور مجسٹریٹ کے یہاں پیشی ہوگئی، جب مجسٹریٹ کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟ اس لئے کہ اطلاع یہ ملی تھی کہ ان کے پاس بندوقیں ہیں، اور حقیقت میں حضرت کے پاس بندوقیں تھیں، چنانچہ جس وقت مجسٹریٹ نے یہ سوال کیا، اس وقت حضرت کے ہاتھ میں تسبیح تھی، آپ نے وہ تسبیح اس کو دکھاتے ہوئے فرمایا ہمارا ہتھیار یہ ہے، یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس ہتھیار نہیں ہے، اس لئے کہ یہ جھوٹ ہوجاتا۔ آپ کا حلیہ بھی ایسا تھا کہ بالکل درویش صفت معلوم ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد بھی فرماتے ہیں، ابھی سوال جواب ہو رہا تھا کہ اتنے میں کوئی دیہاتی وہاں آگیا، اس نے جب دیکھا کہ حضرت سے اس طرح کے سوال جواب ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ ارے! اس کو کہاں سے پکڑ لائے، یہ تو ہمارے محلے کا موجن (موذن) ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلاصی عطا فرمائی۔

حضرت نانوتویؒ اور جھوٹ سے پرہیز

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ

جاری ہو چکے ہیں۔ چاروں طرف پولیس تلاش کرتی پھر رہی ہے اور آپ چھتہ کی مسجد میں تشریف فرما ہیں، وہاں پولیس پہنچ گئی، مسجد کے اندر آپ اکیلے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا نام سن کر ذہنوں میں تصور آتا تھا کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں تو آپ شاندار قسم کے لباس اور جبہ قبہ پہنے ہونگے، وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ تو ہر وقت ایک معمولی لنگی ایک معمولی کرتہ پہنے ہوتے تھے۔ جب پولیس اندر داخل ہوئی تو یہ سمجھا کہ یہ مسجد کا کوئی خادم ہے۔ چنانچہ پولیس نے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کہاں ہیں؟ آپ فوراً اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، اور ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے، اور اس کے ذریعہ اس کو یہ تاثر دیا کہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔ لیکن زبان سے یہ جھوٹا کلمہ نہیں نکالا کہ یہاں نہیں ہیں، چنانچہ وہ پولیس واپس چلی گئی۔

اللہ تعالیٰ جھوٹ سے اور اس کی مروجہ تمام صورتوں سے ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆

گانے بجانے کی حرمت قرآن و حدیث کی روشنی میں

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرمی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

دوملعون آوازیں

عن انس وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم،قال صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرةمزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة.(رواه البزار)

حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دوقسم کی آوازیں ایسی ہیں، جن پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی گئی ہے، ایک تو خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز دوسرے مصیبت کے موقع پر آہ وبکاہ اور نوحہ کی آواز۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علیٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوٰۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلّم، امّابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْتَرِی لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَیَتَّخِذَھَا ھُزُوًا اُولٰئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ. (سورۃ لقمٰن: آیت/۶)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جوان باتوں کو خریدتے ہیں جو کھیل کی باتیں ہیں تاکہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا مذاق بنائیں ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔''

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْغِنَاءُ
يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ.
(رواه البيهقى، وابو داؤد)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اُگاتا ہے۔''

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

انسان کے لیے آخرت کی زندگی اصل ہے

اللہ پاک نے انسان کو بہت مختصر سے وقت کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اس کا اصل ٹھکانا عالم آخرت ہے وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کبھی موت واقع نہ ہوگی، جس نے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے تیاری کرلی اپنے اعمال، اخلاق وکردار کودرست کرلیا، حلال وحرام کو پہچان کر حلال کو اختیار کیا، حرام سے پرہیز کیا، اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے منع فرمایا ان سے کنارہ کش رہا وہی انسان کامیاب ہے اس کی اخروی زندگی اچھی ہوگی، وہ آخرت میں خوش وخرم ہوگا، نازونعمت کی زندگی بسر کرے گا، اس کے برخلاف جس نے دنیا ہی کو مقصد حیات بنالیا اسی کے لئے کوشش کرتا رہا، حلال وحرام میں امتیاز نہیں کیا اور اپنے اوقات کو کھیل کود، لہوولعب میں اور فضول وبے کار کاموں میں ضائع کردیا اس کی آخرت کی زندگی بہت ہی بری ہوگی، آخرت

میں اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا، وہ عذاب کی چکی میں پسے گا، تکلیف میں مبتلا ہوگا۔

گانے بجانے کی حرمت و مذمت

آج کی مجلس میں گانا بجانا اور اس کا سننا سنانا اسی کے متعلق شرعی احکام بیان کرنا ہے۔ آج کل اس کا بہت رواج بڑھتا جارہا ہے۔ اور اس کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔

جو لوگ گانے بجانے اس کے سننے سنانے میں مشغول رہتے ہیں، ان کو سوچنا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کو کس قدر برباد کررہے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کو کیا جواب دیں گے ان کی آخرت کی زندگی کتنی بری ہوگی؟ گانا بجانا تو باتفاق امت حرام ہے قرآن وحدیث میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ جسکا ذکر آگے آئے گا۔

تلاوت کردہ آیت کا شان نزول

سورۂ لقمان کی آیت:

ومن الناس من يشترى لهو الحديث .الخ

کی شان نزول میں مفسرین ومحدثین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ مکہ میں ایک دولت مند مشرک تاجر نضر بن حارث تھا، اس نے کچھ باندیاں خرید رکھی تھیں، اور جب کسی شخص کے بارے میں اسے علم ہوتا کہ وہ قرآن کریم میں دلچسپی لے رہا ہے، یا اسلام قبول کرنا چاہتا ہے، تو اس کے پاس جاتا اور اسے

اپنی باندیوں کے پاس لے آتا، اور باندیوں کو ہدایت کرتا کہ اس شخص کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اچھے اچھے گانے سناؤ، اس کے بعد اس شخص سے کہتا بتاؤ یہ شراب وکباب اور رقص وسرور بہتر ہیں یا وہ احکام جن کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دعوت دیتے ہیں، یعنی جہاد، نماز، روزہ، وغیرہ۔ (روح المعانی ج ۲۱)

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ نضر بن حارث تجارت کے لیے فارس جاتا تھا وہاں سے عجمیوں کی کتابیں خرید کر لاتا پھر انہیں مکہ مکرمہ میں قریش کو سناتا تھا اور کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں عاد اور ثمود کی باتیں سناتے ہیں اور میں تمہیں رستم اور اسفندیار اور فارس کے بادشاہوں کی خبریں سناتا ہوں۔ لوگوں کو باتیں پسند آتی تھیں اور قرآن کے بجائے ان چیزوں کیطرف متوجہ ہوتے تھے۔ اس پر یہ آیت بالا نازل ہوئی۔

(تفسیر انوار البیان ج ۷)

گانے بجانے کی محفلیں دین سے دور کرنیکی سازش

سرور وموسیقی میں لگا کر لوگوں کو امور مہمہ سے غافل کر دینا صرف نضر بن حارث ہی کی دماغی سوچ نہیں تھی، بلکہ درحقیقت یہ ذہنیت اور یہ سوچ ہمیشہ ہی دولتمندوں اور حکمرانوں کی رہی ہے، قدیم تاریخ کھنگالنے کی کوئی ضرورت نہیں آج بھی ظالم وجابر حکمران اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے عوام کو سینما، ٹی وی، تھیٹر اور رقص وسرور وغیرہ میں لگا دیتے ہیں، کیونکہ اس طرح عوام ان کے کرتوتوں سے غافل ہو کر کھیل کود میں محو ہو جاتے ہیں، پاکستان کی

تاریخ میں بھی ایسے واقعات بارہا دہرائے گئے ہیں، اسی خاصیت کو بھانپ کر اسلام دشمن قوتیں آج بھی مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ اور مقاصدِ حیات سے غافل کرنے کیلئے رقص وسرور کو اکسیر نسخہ سمجھتی ہیں، چنانچہ امریکہ اور لبنان کی موسیقی اور فلمی صنعت نے عرب دنیا پر کیا اثر ڈالا ہے اس سے کون واقف نہیں ہندوستانی گلوکاراؤں اور اداکاراؤں نے برصغیر کے مسلمانوں پر جو جادو چلایا ہے اس کے اثرات کس نے نہیں دیکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو قوم بھی سرور وموسیقی میں لگ جاتی ہے وہ کسی کام کی نہیں رہتی، مزید ترقی کرنا تو کجا اس کے لئے اپنے اقتدار کو بھی برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کسی قوم نے رقص وسرور میں انہاک اختیار کیا ہے وہ تباہ وبرباد ہو کر رہ گئی، روم ویونان جیسی عظیم قوموں کے زوال کے اسباب پڑھیئے رقص وسرور اور ان کے نتیجہ سے پیدا ہونے والی فحاشی اور بے حیائی ان اسباب میں سرفہرست نظر آئے گی، دنیا میں مسلمانوں کا اقتدار بھی اسی وقت تک مستحکم رہا جب تک وہ لہو ولعب اور رقص وسرور میں نہیں لگے، مگر جب کبھی بھی رقص وسرور نے مسلمان بادشاہوں کے دربار اور اسلامی معاشرے میں فروغ پایا اسلامی سلطنت اپنا استحکام کھو بیٹھی اور اسلام دشمنوں نے مسلم معاشرے کا کایا پلٹ کر کے رکھ دیا۔

لہو الحدیث کی تفسیر وتشریح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''لَهْوَ الْحَدِيْث'' کی

تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاء.

''بخدا اس سے مراد گانا ہی ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هو الغناء واشباهه.

''لھوالحدیث گانا اور اسی قسم کی مشابہ چیزیں ہیں۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول مروی ہے:

ان لهو الحديث كل ماشغلك عن عبادة الله وذكره من السمر والاضاحيك والخرافات والغناء ونحوها.

(اخرجه البخاری فی ادب المفرد)

''لہوالحدیث ہر وہ چیز ہے جو تمہیں اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل کر دے، جیسے رات گئے تک قصے کہانی، لطیفہ گوئی اور خرافات اور گانا وغیرہ۔''

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر یوں منقول ہے کہ:

هو اشتراء المغنی والمغنية والاستماع اليه والى مثله من الباطل.

(اخرجه آدم، وابن جرير والبيهقی فی سننه)

''لہوالحدیث سے مراد گانے والے غلام یا باندی خریدنا اور
ان سے گانے اور اس جیسے خرافات سننا ہے۔''

اہل ایمان کی خصوصی صفت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والذین لایشھدون الزور و اذامروا باللغو مروا
کراما. (سورۃ الفرقان)(۲۵۔۷۲)

''اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ
مشغلوں کے پاس ہوکر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر
جاتے ہیں۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زور کے معنی گانا بجانا۔
(احکام القرآن)

اور حضرت محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بیہودہ باتوں اور گانے بجانے کی مجلس میں شامل نہیں ہوتے ہیں۔ (معالم التنزیل ج۴)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد گانا اور ہر قسم کا لہو ولعب ہے

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ مختلف اقوال کو جمع کر کے فرماتے ہیں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ یوں کہا جائے، وہ (رحمٰن کے بندے) کسی قسم کے باطل کاموں میں شریک نہیں ہوتے، نہ شرک میں اور نہ گانے بجانے میں اور نہ

جھوٹ میں اور اس کے علاوہ بھی کسی عمل میں جس پر زور کا اطلاق ہو، شریک نہیں ہوتے۔

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واستفزز من استطعت منهم بصوتک.

(بنی اسرائیل: ۶۴)

''ان میں سے جس پر تو قابو پائے اسے اپنی آواز کے ذریعے (راہ راست سے) ہٹادے۔''

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے مطابق آیت میں صوت سے مراد گانا بجانا، لہو ولعب اور فضول اور بے کار قسم کے کام ہیں۔

سورۃ النجم میں ارشاد فرمایا:

افمن هذالحديث تعجبون. وتضحكون ولاتبكون، وانتم سامدون. (النجم)

''کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوتا ہے، اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم تکبر کرتے ہو۔''

امام ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ لغتِ حمیر میں سمود گانے کو کہتے ہیں، حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی مروی ہے (روح المعانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سمود کی تفسیر میں فرمایا:

والغناء باليمانية وكانوا اذاسمعواالقرآن غنوا شاغلا عنه.

''یعنی ''سمود'' یمانی زبان میں گانے کو کہا جاتا ہے، مشرکین جب قرآن کی آواز سنتے تو بیزاری ظاہر کرنے کے لئے گانا شروع کردیتے۔''

شراب، جوا اور گانا حرام ہے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما إن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله حرم الخمر والمیسر والکوبة قال وکل مسکر حرام. (رواہ احمد، و ابو داؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب جوئے اور طبل کو حرام کیا ہے نیز ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

گانا گانے والے کی نماز قبول نہیں

عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم سمع رجلا یتغنی من اللیل فقال لا صلاة له لا صلاة له لا صلاة له.

(نیل الاوطار)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کسی شخص کے گانے
کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا
اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز
مقبول نہیں۔"

گانے سے لطف اندوز ہونا کفر ہے

عن أبی هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم قال
استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق
والتلذذ بها كفر۔(نيل الاوطار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا بجانا
سننا معصیت ہے، اس کے لئے بیٹھنا فسق ہے اور اس سے
لطف اندوزی کفر ہے۔"

حدیث میں کفر سے مراد "کفرانِ نعمت" ہے۔(درمختار)

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعضاء وجوارح اس لئے دیئے ہیں کہ وہ انہیں اس کے احکامات کے مطابق استعمال کرے، اور اپنی قوتوں، صلاحیتوں اور حسیات کو اسکی عبادات میں لگائے، لیکن اگر ایسا کرنے کے بجائے وہ انہی چیزوں کو خدا کی نافرمانی اور معاصی میں صرف کرے تو اس سے بڑھ کر ناشکری کیا ہوگی؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد

عن علی رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال بعثت بکسر المزامیر.

(نیل الاوطار)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں بانسریاں (آلات موسیقی) توڑنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔"

عن أبی أمامة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله عزوجل بعثنی هدی ورحمة للمؤمنین وامرنی لمحق المزامیر والاوتار والصلیب وأمر الجاهلیة.

(ابو داؤد الطیالسی)

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مؤمنین کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسری، طنبور، صلیب اور امور جاہلیہ کو مٹادوں۔"

گھنٹی شیطان کا باجا ہے

عن أبی هریرة رضی الله عنهُ أن رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم قال الجرس مزامیر الشیطان. (مسلم،ابو داؤد)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھنٹی شیطان کے باجے ہیں۔''

فائدہ

جرس اس گھنٹی کو کہا جاتا ہے جو عموماً اونٹ وغیرہ کے گلے میں باندھی جاتی ہے احادیث میں اس کے استعمال کی ممانعت آئی ہے، اور مذکورہ حدیث میں اس کے لئے ''مزامیر الشیطان'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس کا استعمال بھی آلہ موسیقی کے طور پر کیا جاتا ہے، اور اسکی آواز بھی اپنے اندر حسن و جاذبیت اور غفلت پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

فرشتے شریک نہیں ہوتے

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیھا کلب ولا جرس.

(مسلم ، ابو داؤد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس

جماعت میں شریک نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔"

عن حوط بن عبد العزى ان رفقة اقبلت من مضر لها جرس فامر النبي صلى الله عليه وسلم ان يقطعوه فمن ثم كره الجرس فقال ان الملائكة لاتصحب رفقة فيها جرس.

(رواه مسدد)

"حضرت حوط بن عبد العزیٰ سے روایت ہے کہ مضر سے ایک قافلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ان کے جانوروں پر گھنٹیاں بندھی تھیں، آپ نے انہیں حکم دیا کہ گھنٹیاں کاٹ دیں، اسی وجہ سے آپ نے گھنٹی کو مکروہ قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے، جس میں گھنٹی ہو۔"

عن عائشه رضى الله تعالىٰ عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر باالاجراس ان تقطع من اعناق الابل يوم بدر. (مسند احمد)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن حکم دیا کہ اونٹوں کے گلوں سے گھنٹیاں کاٹ دی جائیں۔"

صحابہؓ اور صحابیاتؓ کو بجنے والے زیورات ناپسند تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ممانعت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جرس پر نکیر کرتے تھے، حتیٰ کہ وہ حضرات ان پازیبوں کو بھی ناپسند کرتے تھے جن پر گھنگھرو لگے ہوں، چنانچہ حضرت عبدالرحمان بن حسان کی باندی بنانہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھیں کہ:

إذ دخل عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن فقالت لا تدخلنها علي إلا أن تقطعوا جلاجلها وقالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس.

(ابو داؤد)

"ایک بچی لائی گئی جو گھنگھرو پہنے ہوئے تھی، اور گھنگھرو بول رہے تھے تو آپ نے فرمایا میرے پاس ان کو نہ لایا کرو جب تک اُن کے گھنگھرو کاٹ نہ دو اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ایک اثر یہ منقول ہے کہ ان کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بچی لائی گئی اس کے پیروں میں گھنگھرو

بندھے ہوئے تھے تو آپ نے انہیں کاٹ دیا اور ارشاد فرمایا:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان مع كل جرس شيطان. (ابو داؤد)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔''

فائدہ

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف معازف ومزامیر کی ممانعت فرمائی ہے بلکہ گھنٹی اور گھنگھروں باندھنے سے بھی منع فرمایا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ چیزیں بھی آلات موسیقی میں شامل ہیں، اور رقص وسرور کی زبردست معاون ہیں، یہی وجہ ہے کہ ناچ گانے میں گھنگھروں کے بغیر جان ہی نہیں پڑتی۔

سات کام نہ کرنے کی ہدایت

عن كيسان مولىٰ معاوية قال خطبنا معاوية رضى الله تعالىٰ عنه فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن سبع وانا انهاكم عنهن الا ان منهن النوح والغناء والتصاوير والشعر والذهب والخز والسروج والخنزير.

(رواه الطبرانى)

”کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے میں بھی ان سات چیزوں سے تمہیں روکتا ہوں جان لو کہ وہ چیزیں یہ ہیں نوحہ، گانا، تصاویر، شعر، سونا، ریشم، زین، (مراد غالباً دیواروں کے پردے ہیں) اور خنزیر۔“

گانے والے کے پاس شیطان ہوتا ہے

عن أبي أمامة رضي الله عنهٔ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما رفع أحد صوته بغناء إلا بعث الله عز وجل عليه بشيطانين يجلسان على منكبيه، يضربان بأعقابهما على صدره حتى يمسک (اخرجه ابن الدنيا)

”حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب بھی کوئی شخص گانے کیلئے آواز نکالتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو شیطانوں کو بھیج دیتا ہے، جو اس کے کندھے پر بیٹھ کر اپنی ایڑیاں اس کے سینے پر مارتے رہتے ہیں تاوقتیکہ وہ خاموش ہو جائے۔“

قرآن سے لذت حاصل کرو

عن زید بن أرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمشی فی بعض سکک المدینۃ إذ مر شاب وھو یغنی فقال ویحک یا شاب ھلا بالقرآن تغنی قالھا مرارا۔ (رواہ الحسن)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے، تو ایک نوجوان قریب سے گاتا ہوا گزرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا نوجوان تم پہ افسوس ہے تم قرآن ترنم سے کیوں نہیں پڑھ لیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کئی بار دہرائی۔"

ایک نوجوان کا قابلِ نصیحت قصہ

عن صفوان بن أمیۃ ان عمرو بن قرۃ قال قد کتب علی الشقوۃ ، فلا أرای أرزق إلا من دفی فأذن لی فی الغناء من غیر فاحشۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا آذن لک ولا کرامۃ ولا نعمۃ عین کذبت أی عدو اللہ لقد

رزقک اللہ حلالا طیبا واخترت ما حرم اللہ علیک من رزقہ مکان ما أحل اللہ لک من حلالہ. (رواہ البیہقی والطبرانی)

''صفوان بن امیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن قرۃ نے (بارگاہ نبوی میں) عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بڑا بد بخت ہوں اس لئے کہ مجھ کو روزی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ سوائے دف بجانے کے نہیں آتا، آپ مجھے اجازت دیں کہ میں فحاشی کے بغیر گالیا کروں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو ہرگز بدتر اور ذلیل کام کی اجازت نہیں دونگا اے دشمنِ خدا تم جھوٹ بول رہے ہو اللہ نے تمہیں اس قابل بنایا ہے کہ حلال طیب روزی حاصل کرو مگر تم نے خود حرام روزی حلال روزی کے بجائے اختیار کر رکھی ہے۔''

گانا نہ سننے والے کے لیے انعام خداوندی

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إذا کان یوم القیامۃ قال اللہ عز وجل أین الذین کانوا ینزھون أسماعھم وأبصارھم عن مزامیر الشیطان؟

میزوهم فیمیزون فی کتب المسک والعنبر ثم یقول للملائکة أسمعوهم من تسبیحی وتمجیدی، فیسمعون بأصوات لم یسمع السامعون مثلها (الدیلمی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے کانوں اور آنکھوں کو شیطانی باجوں کے سننے اور ان کے بجانے والوں کو دیکھنے سے محفوظ رکھتے تھے، انہیں ساری جماعتوں سے الگ کردو، چنانچہ فرشتے انہیں الگ کرکے مشک وعنبر کے ٹیلوں پر بٹھادیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے، ان لوگوں کو میری تسبیح اور تمجید سناؤ، چنانچہ فرشتے ایسی پیاری آوازوں میں ذکر اللہ سنائیں گے، کہ سننے والوں نے ایسی آوازیں کبھی نہ سنی ہوں گی۔''

گانا سننے والے کی بڑی محرومی

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم من استمع إلی صوت غناء لم یؤذن له أن یستمع الروحانیین

فی الجنة(رواه الحکیم الترمذی زاد فی الکنز،ومن الروحانيون قال قراء أهل الجنة.(کنز العمال)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص گانا سنتا ہے اسے جنت میں روحانیوں کی آواز سننے کی اجازت نہیں ملے گی، کنز العمال میں یہ بھی اضافہ ہے کہ کسی نے پوچھا روحانیوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جنت کے قراء۔"

دو ملعون آوازیں

عن انس وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم،قال صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرةمزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة.(رواه البزار)

حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں، جن پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی گئی ہے، ایک تو خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز دوسرے

مصیبت کے موقع پر آہ وبکاہ اور نوحہ کی آواز۔"

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے

عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل (رواه البیهقی)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے۔"

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال حب الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء العشب.

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانے کی محبت دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتی ہے جس طرح پانی سبزہ اگاتا ہے۔"

واخرج الدیلمی اله صلی الله علیه وسلم قال الغناء واللهو ینبتان النفاق فی القلب کما ینبت

الماء العشب، والذی نفسی بیده إن القرآن
والذکر لینبتان الإیمان فی القلب کما
ینبت الماء العشب.

''دیلمی نے روایت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں غنا اور لہو دل
میں اس طرح نفاق پیدا کرتے ہیں جس طرح پانی سبزہ
اگاتا ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان
ہے ذکر اللہ اور تلاوت قرآن دل میں ایسے ہی ایمان
پیدا کرتے ہیں جیسے پانی سبزہ اگاتا ہے۔''

غناء کے دیگر مفاسد اور نفاق کے سرفہرست ہونیکی وجہ

غناء اور مزامیر کی وجہ سے غفلت پیدا ہونا، اور خود شناسی اور خدا شناسی سے محروم رہنا، ایک ایسا نقصان ہے، جو ہر انسان کے لئے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان عام ہے، لیکن اسی غفلت کی ایک خاص صورت اور بھی ہے، جس کا نام نفاق رکھا گیا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت
الماء البقل.

''گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، جس طرح پانی سبزہ
پیدا کرتا ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موسیقی اور گانے باجے میں اشتغال دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، اور یہ چیزیں ایک مسلمان کے لئے اس کے ایمان کے ضیاع کا سبب بن سکتی ہیں، علماء نے اس سلسلے میں بہت غور وفکر کیا ہے، کہ آخر تمام معاصی میں سرور وموسیقی ہی کی کیا خصوصیت ہے کہ ان ہی سے نفاق پیدا ہوتا ہے،؟ دوسرے یہ کہ ان سے پیدا ہونے والے دیگر مضرات میں نفاق ہی کو کیوں خاص طور پر بیان کیا گیا ہے،؟ اس سلسلے میں سب سے عمدہ بحث حافظ ابن قیم نے "اغاثة اللهفان" میں کی ہے، اور انہوں نے نہایت تفصیل سے بتایا ہے کہ وہ خواص اور اثرات کیا ہیں، جن سے نفاق پیدا ہوتا ہے ذیل میں ہم علامہ موصوف کے بیان کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

سرور وموسیقی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قرآن کریم کے مخالف ہیں، اور ایک حدیث میں انہیں شیطان کا قرآن قرار دیا گیا ہے، اور شیطان کا قرآن تو نفاق ہی پیدا کرسکتا ہے نہ کہ ایمان بظاہر اس تقابل کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ:

(الف) سرور وموسیقی میں اشتغال اس درجہ غفلت پیدا کر دیتا ہے، کہ آدمی میں قرآن کریم کو سمجھنے، اس پر غور وفکر کرنے، اور اس پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ اور شوق ہی ختم ہو جاتا ہے بسا اوقات تلاوت قرآن بھی بے لذت معلوم ہونے لگتی ہے، اس طرح آدمی قرآن کریم کے انوار وبرکات سے محروم ہو جاتا ہے۔

(ب) قرآن کریم انسانوں کو جو کچھ سکھاتا ہے، اور جس قسم کی صفات اس میں پیدا کرتا ہے، سرور وموسیقی اس کے بالکل برعکس تعلیم دیتے ہیں، اور بالکل ہی متضاد صفات پیدا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اور سرور وموسیقی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے، اس لئے قرآن کریم خواہشات نفسانی کی پیروی سے روکتا ہے، عفت وپاکدامنی کا حکم دیتا ہے، شہوانی جذبات میں کنٹرول پیدا کرتا ہے، زنا اور دواعی زنا سے باز رکھتا ہے، اور شیطان کی ہر قسم کی اتباع سے منع کرتا ہے، جب کہ سرود وموسیقی خواہشات نفسانی اور اتباع ہوئی کی دعوت دیتے ہیں، جسم میں ہیجان پیدا کرتے ہیں، سفلی جذبات کو بھڑکاتے ہیں، آتش شہوت کو ہوا دیتے ہیں، اور نفس کو زنا و بدکاری پر ابھارتے ہیں۔

(ج) سرور وموسیقی آدمی کا حزم ووقار ختم کردیتے ہیں، حالانکہ حزم ووقار ایک مسلمان کی زندگی کا لازمہ ہے، جب کہ اوچھی حرکتیں اور بے وقاری صرف منافق ہی کا خاصہ ہے، چنانچہ جولوگ سرور وموسیقی سے اشتغال رکھتے ہیں، وہ کبھی ترنگ میں آکر ہاتھوں سے اشارے کرتے ہیں، کبھی انگلیاں بجاتے ہیں، کبھی پیر زمین پر مارتے ہیں، کبھی سر نچاتے ہیں، کبھی کندھے ہلاتے ہیں، کبھی پاس پڑی چیزیں بجاتے ہیں، کبھی گدھے کی طرح مستاتے ہیں، کبھی تالیاں بجاتے ہیں، کبھی اف وآہ کرتے ہیں کبھی پاگلوں کی

طرح چیختے چلاتے اور بے سری آوازیں نکالتے ہیں، ظاہر ہے یہ سفلہ پن اور حیوانیت قرآن کے تعلیم کردہ اخلاق کے بالکل خلاف ہے۔

نفاق کی حقیقت علامت اور نقصانات

نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر میں کچھ ہو اور باطن میں کچھ، اور سرور و موسیقی میں اشتغال رکھنے والا بھی شخص اسی صفت کا مالک ہوتا ہے، کیونکہ وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ نماز روزے اور دوسری عبادتوں کا تارک ہوگا، اور کھلم کھلا اس گناہ کو کرے گا، اور علی الاعلان بے حیائی کا مرتکب ہوگا، تو ایسی صورت میں وہ شخص بدترین قسم کا فاسق و فاجر انسان ہے، اور کسی مومن سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ خدا کی نافرمانی اس قدر جرات سے کرے۔

یا پھر بظاہر وہ نماز بھی پڑھتا ہوگا، روزے بھی رکھتا ہوگا، اور دوسری عبادتیں بھی کرتا ہوگا، چوری چھپے موسیقی وغنا سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوگا، تو اس صورت میں وہ جیسا نظر آتا ہے ویسا نہیں ہے، کیونکہ ظاہر تو وہ اللہ کی محبت اور آخرت کی فکر کرتا ہے، مگر اس کے دل میں شہوات کا دریا موجزن ہے، اور وہ ایسی چیزوں کی محبت میں مبتلا ہے، جنہیں اللہ اور اس کا رسول ناپسند کرتے ہیں، اس کے دل میں گانے اور موسیقی کی محبت بھری ہوتی ہے، اور شدت محبت کی وجہ سے وہ خدا اور رسول کی کراہیت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں سرور و موسیقی کی محبت خدا اور رسول کی محبت سے زیادہ ہے اور یہ خالص نفاق ہے۔

۳۔ نفاق کی ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ ذکر و عبادت میں کمی ہو، نماز میں سستی ہو، اور اسے یوں ادا کیا جائے جیسے کوئی ٹھونگیں مارتا ہے، سرور و موسیقی میں اشتغال کی وجہ سے ذکر و عبادت بے لطف و بے جان ہو کر رہ جاتے ہیں، اذکار میں بھی دل نہیں لگتا، اور طبیعت بھی ہر وقت معاصی اور مآثم کی طرف مائل رہتی ہے، چنانچہ سرور و موسیقی میں مبتلا بہت کم لوگ آپ ایسے پائیں گے، جن میں یہ صفات نہ ہوں۔

۴۔ منافق برا کام کرتا ہے، اور سمجھتا یہ ہے کہ اچھا کام کر رہا ہوں، یہی خوش فہمی سرور و موسیقی سے اشتغال رکھنے والوں کو ہوتی ہے، چنانچہ بعض لوگ قوالی سنتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اپنے دل کی اصلاح کر رہے ہیں، بعض گانے اور موسیقی سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اپنے دل میں رقت پیدا کر رہے ہیں، اور اپنے لطیف و نازک احساسات کو ابھار کر اپنا ارتقائی فریضہ خود انجام دے رہے ہیں، حالانکہ اس عمل سے وہ اپنے قلب اور اپنے اخلاق و کردار کا گلا خود گھونٹتے ہیں۔

اسی طرح مغنی اور منافق میں بھی بڑی مشابہت ہوتی ہے، کیونکہ منافق دین و ایمان کے خلاف شبہات کے فتنہ میں مبتلا کرتا ہے تو مغنی عفت و پاکدامنی کے برخلاف شہوات کے فتنہ میں ڈبو دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آنے والے حالات کی اطلاع

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي

أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ وَاللّٰهِ مَا كَذَبَنِي سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ.

(اخرجه البخاری فی الاشربة)

''حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ مجھے زید ابوعامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔''

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُعْزَفُ عَلَى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ.

(رواه ابن ماجه)

''ایک اور روایت میں ہے: عنقریب میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے، ان

کے سروں پر ناچ گانے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا، اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنا دے گا۔"

عن عمران ابن حصين رضي الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في هذه الأمة خسف ومسخ وقذف فقال رجل من المسلمين يا رسول الله ومتى ذلك؟ قال إذا ظهرت القيان والمعازف، وشربت الخمور.

(رواه الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں بھی زمین دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہونگے، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا، یارسول اللہ ایسا کب ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔"

قربِ قیامت کی اہم نشانیاں

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا اتخذ الفیء دولا والأمانة مغنما والزکاة مغرما وتعلم لغیر الدین، وأطاع الرجل امرأته وعق أمه، وأدنی صدیقه وأقصی أباه، وظهرت الأصوات فی المساجد، وساد القبیلة فاسقهم، وکان زعیم القوم أرذلهم، وأکرم الرجل مخافة شره، وظهرت القینات والمعازف، وشربت الخمور، ولعن آخر هذه الأمة أولها فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء وزلزلة وخسفا ومسخا وقذفا وآیات تتابع کنظام لآل قطع سلکه فتتابع بعضه بعضا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے، جب امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے، جب زکوٰۃ کو تاوان جانا جائے، جب علم دین دنیا طلبی کے لئے سیکھا جائے، جب مرد اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے، دوست کو قریب رکھے اور باپ کو دور رکھے، جب مسجدوں میں شوروغل ہونے لگے، جب قبیلے کا سردار ان کا بدترین آدمی ہو، جب قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہو، جب (شریر)

آدمی کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جانے لگے،
جب مغنیہ عورتوں اور باجوں کا رواج عام ہو جائے جب
شرابیں پی جانے لگیں، اور جب اس امت کے آخری
لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں، تو اس وقت تم
انتظار کرو سرخ آندھی کا، زلزلے کا، زمین میں دھنسنے کا
صورتیں مسخ ہونے اور بگڑنے کا اور قیامت کی ایسی
نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے
کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جائے تو اس کے دانے ایک کے بعد
ایک بکھرتے چلے جاتے ہیں۔"

صورتوں کے مسخ ہونے کا فتنہ

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول
الله صلی الله عليه وسلم قال يمسخ قوم من
امتی فی آخر الزمان قردة و خنازير قالوا
يارسول الله امسلمون هم ؟ قال نعم يشهدون
ان لا اله الا الله وانی رسول الله و يصومون
قالوا فما بالهم يارسول الله قال اتخذوا
المعازف والقينات والدفوف وشربوا هذه
الاشربة فباتوا علی شرابهم ولهوهم

فاصبحوا وقد مسخوا. (ابن حبان)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرب قیامت میں میری امت کے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں بدل دیا جائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں وہ لوگ اس بات کی گواہی دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ روزے بھی رکھیں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ باجوں اور مغنیہ عورتوں کے عادی ہو جائیں گے شرابیں پیا کریں گے، ایک شب جب وہ شراب نوشی اور لہو ولعب میں مشغول ہونگے، تو صبح تک ان کی صورتیں مسخ ہو چکی ہونگی۔“

عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال یکون فی هذه الأمة خسف ومسخ وقذف فی متخذی

القينات وشاربي الخمر ولابسي الحرير .

(رواه الطبراني)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں زمین دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے اور یہ عذاب ان لوگوں پر نازل ہوگا جو پیشہ ور گانے والیوں کو اپنا لیں گے شراب پئیں گے اور ریشم پہنیں گے۔''

عن أنس رضي الله تعالىٰ عنهقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليكونن في هذه الأمة خسف وقذف ومسخ وذلك إذا شربوا الخمور ، واتخذوا القينات، وضربوا بالمعازف (ابن ابی دنیا فی ذم الملاهی)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ضرور میری امت میں زمین دھنسنے ، پتھروں کی بارش ہونے اور صورتیں بگڑنے کے واقعات ہوں گے، اور ایسا اس وقت ہوگا جب لوگ شرابیں پئیں گے، گانے والی لونڈیاں عام ہوجائیں گی اور باجے تاشے بجائے جائیں گے۔''

فائدہ

احادیث میں یہ بات بکثرت آئی ہے کہ اس امت میں مسخ واقع ہوگا، اور اکثر حدیثوں میں یہ عذاب گانے باجے میں منہمک ہونے اور شراب پینے والوں کے ساتھ مقید ہے۔

مسخ کی نوعیت اور علماء کے اقوال

علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ یہاں جس مسخ کی وعید سنائی گئی ہے ،اس کی نوعیت کیا ہے، آیا اس کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں یا مجازی معنیٰ؟

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حقیقی معنیٰ مراد ہیں، یعنی ان لوگوں کی شکلیں واقعۃً بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل جائیں گی، اور وہ انسان کے بجائے خنزیر اور بندر بن کر رہ جائیں گے، اگر یہ معنیٰ لے لئے جائیں، تو بھی کچھ مستبعد نہیں، اس لئے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور جس کو جیسی چاہے سزا دے سکتا ہے، البتہ اس صورت میں پھر یہ کہنا ہوگا کہ غالباً ایسا اس زمانے میں ہوگا، جب قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی، اور یہ بھی اس کی ایک بڑی نشانی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ مسخ کے حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہیں، بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہیں، لہذا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان لوگوں کی شکلیں ہو بہو بندروں اور خنزیروں جیسی ہو جائیں گی، اور وہ انسان کے بجائے بندر بن جائیں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی انسان کوئی بُرا کام کرتا ہے، مثلاً کسی کو دھوکا دیتا ہے

یا کسی پر ظلم کرتا ہے، یا زنا و بدکاری وغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس کا دل اس گناہ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے، اور اسکی طبیعت کے اندر اس گناہ کی خصوصی صفت یعنی مکر وفریب یا سنگدلی وشقاوت یا بے حیائی و بے غیرتی وغیرہ رچ بس جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ انسانیت سے دور اور حیوانیت سے قریب آجاتا ہے، اور اس میں اور جانوروں میں مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ اگر وہ بے شرمی اور بے حیائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی طبیعت میں خنزیر کے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں، اور اگر وہ کسی کے ساتھ مکر وفریب کرتا ہے، تو طبیعت میں بھیڑیئے اور لومڑی کے خصائل پیدا ہو جاتے ہیں، اور اگر لالچ اور حرص کا ثبوت دیتا ہے تو طبیعت میں کتے کی عادتیں جنم لیتی ہیں۔

انسان جس قسم کا گناہ کرتا ہے، اس سے جہاں اسی صفت کے مالک جانور کے اخلاق اس میں پیدا ہونے لگتے ہیں، وہیں اس کے چہرے پر بھی اس جانور کے خد وخال ظاہر ہونے لگتے ہیں، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ظاہر جسد کا باطن قلب سے گہرا تعلق ہوتا ہے، ابتداء تو یہ خد وخال بہت ہلکے ہوتے ہیں، مگر پھر رفتہ رفتہ وہ اس گناہ کے بار بار ارتکاب کے ساتھ واضح ہو جاتے ہیں ،حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے، کہ اس کا دل بھیڑیئے اور خنزیر کے دل کی طرح اور چہرہ بھیڑیئے اور خنزیر کے چہرے جیسا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جس آدمی میں فراست ہو، وہ اس شخص کا چہرہ دیکھتے ہی اس کے اخلاق وکردار کو جان لیتا ہے، اور اس کے چہرے میں پائے جانے والے جانور کے خد وخال پہچان لیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ایک قاتل کے چہرے پر

سنگدلی اور کرختگی پائیں گے، ایک دھوکہ باز آدمی کے چہرے پر عیاری اور مکاری دیکھیں گے، اور ایک زانی اور بدکار کے چہرے پر نحوست کا مشاہدہ کریں گے، یہی نہیں بلکہ یہ آثار ان جانوروں کی بھی چغلی کھا رہے ہوں گے، جو ان صفات کے حقیقی مالک ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ جو لوگ غنا و مزامیر میں منہمک ہوں، ان کا مسخ خنزیر اور بندروں کی صورت میں کیوں ہوگا؟ نیز ان دو جانوروں ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ سو اس کا جواب جہاں تک ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ یہ کہ غنا و مزامیر سے دو بڑی صفات جو پیدا ہوتی ہیں بے حیائی اور بے غیرتی، اور بے وقاری اور نقالی، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بے حیائی اور بے غیرتی کی صفات کا حقیقی مالک خنزیر ہے، اور بے وقاری اور نقالی کا حقیقی مالک بندر ہے۔ (واللہ اعلم)

ان احادیث مبارکہ کے الفاظ کو بار بار پڑھئے اور دیکھئے کہ اس وقت کی دنیا کا پورا پورا نقشہ ہے اور ان میں سے کون سے گناہ نہیں جس میں امت گھری ہوئی نہ ہو اور وہ اتنے عام ہو چکے ہیں کہ ان میں سے بعض کو تو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اب صورتحال یہ ہے کہ یہ گناہ امت میں بہت بڑھتے جا رہے ہیں ان کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو سال پہلے دیدی تھی، اور مسلمانوں کو اس پر متنبہ کیا کہ ایسے حالات سے باخبر رہیں اور ان سے بچنے پورا پورا اہتمام کریں، اور جب یہ عام ہو جائیں گے تو ایسے گناہ کرنے والوں پر آسمانی عذاب نازل ہوں گے؛ ان گناہوں میں سے عورتوں کا گانا اور گانے

بجانے کے آلات طبلہ وسارنگی وغیرہ بھی ہیں۔اس جگہ اس حدیث مبارکہ کو اسی مناسبت سے نقل کیا گیا ہے۔

فحاشی اور عریانیت گانے بجانے کا لازمی نتیجہ

فحاشی اور عریانیت ایسی تباہ کن چیزیں ہیں، جو اگر کسی معاشرے میں عام ہو جائیں تو اسے صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہی دم لیتی ہیں۔

کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ شہوانی قوت وہ قیمتی شے اور جوہر ہے، جو ایک طرف تو نوع انسانی کے بقاء کا کام دیتی ہے، اور دوسری طرف انسان کو وہ طاقت مہیا کرتی ہے، جو اسے اعلیٰ اور تعمیری کام کرنے میں مدد دے، اسی وجہ سے اس قوت کی حفاظت اور اسے ضیاع سے بچانا بہت ضروری ہے، علاوہ ازیں شہوانی قوت کا بے جا استعمال جس طرح صحت انسانی کو برباد کرتا ہے، اسی طرح معاشرے میں بداخلاقی اور انارکی بھی پیدا کرتا ہے، اور بے چینی و اضطراب اور خانگی زندگی کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔

اسلام شہوانی قوت کو تعمیری کاموں میں استعمال کرتا ہے، اور اسے ایک خاص نظم وضبط کے تابع کرتا ہے، اور اس کے بے جا اور غلط استعمال کو حرام قرار دیتا ہے اسی لئے اسلام میں زنا بدترین جرم ہے، اور اس کے ارتکاب کرنے والے کی سزا کوڑے اور سنگساری ہے، زنا کے مفاسد کیا ہیں؟ اور کسی معاشرے کو برباد کرنے میں اس کا کتنا ہاتھ ہے؟ یہ امور تو ایسے ہیں، جن پر تفصیلی بحث

کرنے کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، طوالت کے خوف سے ہم یہ بحث قلم انداز کرتے ہیں۔

مگر اتنا جان لینا ضروری ہے کہ اسلام نہ صرف زنا کو حرام قرار دیتا ہے، بلکہ اس کے دواعی کو بھی حرام کہتا ہے، اور ایسی تمام اشیاء اور امور پر کڑی پابندی لگا دیتا ہے، جو آگے چل کر زنا کا سبب بن سکتے ہوں، چنانچہ نامحرم عورتوں یا غیر محرم مردوں کو دیکھنا ان کے ساتھ تنہائی میں اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ ہنسی مذاق وغیرہ کرنا سب امور حرام ہیں، غنا و مزامیر کی حرمت کا بھی بڑا سبب یہی ہے کہ یہ زنا کا داعیہ پیدا کرتے ہیں، اور انسان کے سفلی جذبات کو ابھارتے اور اس کی شہوانی قوتوں کے انتشار کا سبب بنتے ہیں۔

حافظ ابن قیم حدیث ''نهيت عن الصورتين الاحمقين الخ'' کی شرح کرتے ہوئے اسی حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

معلوم عند العامة والخاصة ان فتنة سماع الغناء والمعازف اعظم من فتنة النوح بكثير والذى شاهدناه نحن وغيرنا وعرفناه بالتجارب انه ماظهرت المعازف وآلات اللهو فى قوم وفشت فيهم واشتغلوا بها الا سلط الله عليهم العدو وبلوا بالقحط والجدب وولاة السوء. (مدارج السالكين ج ۱)

''عوام وخواص دونوں ہی جانتے ہیں، کہ غناء ومعازف کا فتنہ نوحہ کے فتنے سے زیادہ خطرناک ہے، چنانچہ جس امر کا ہم نے اور دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے، اور جسے ہم تجربات کی بنیاد پر جانتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جس قوم میں بھی معازف وآلات کا رواج پھیلا، اور جس قوم نے بھی ان چیزوں میں مشغولیت اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیا، اور اسے جوع وقحط میں مبتلا کر دیا، اور بدترین لوگوں کو ان کا حاکم بنا دیا۔''

پھر حاشیہ میں ان مفاسد کے پیدا ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے، لکھتے ہیں کہ:

''یہ اس وجہ سے کہ لہو وغنا میں لگ جانے کے بعد ان کی زندگی کا رخ سنجیدہ اور حقیقی امور کے بجائے کھیل کود اور ہنسی مذاق کی طرف مڑ جاتا ہے، اور رشد وہدایت کی جگہ حماقت وضلالت اور قوت وشوکت کی جگہ ضعف ووہن لے لیتے ہیں، اس لئے کہ لہو وغنا اور کھیل کود میں انہماک کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ قوموں کی علم وعمل کی ایسی گراں بہار قوتوں اور صلاحیتوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں، جن کے بغیر کوئی قوم بھی زندہ نہیں رہ سکتی،

چنانچہ جس قوم میں یہ چیزیں پیدا ہوجاتی ہیں، وہ صنعتی، زراعتی، اقتصادی اور عسکری ہر اعتبار سے کمزور ہوجاتی ہے، اور اس کی قوت وشوکت اللہ کی لعنت اور پھٹکار کی وجہ سے ختم ہوجاتی ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جب دل اللہ کی نشانیوں، اسکی آیات اور حکمتوں سے غافل ہوجائیں، اور خواہشات کی پیروی کرنے لگیں تو ان میں لازماً بزدلی اور کمزوری ہی پیدا ہوگی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال اور انکا ردِّ عمل

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ:۔

جو شخص بسم اللہ پڑھے بغیر جانور پر سوار ہو، شیطان اس کا ہمراہی بن جاتا ہے، اور اس سے گانے کو کہتا ہے، اور جب وہ اچھا نہیں گا تا تو اس کے دل میں اچھا گانے کی تمنا پیدا کردیتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا، والبیھقی)

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کانوں میں انگلی رکھنا

عن نافع أن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمع صوت زمارۃ راع فوضع أصبعیہ فی أذنیہ وعدل راحلتہ عن الطریق وھو یقول یا نافع أتسمع فأقول نعم فیمضی حتی قلت لا فرفع یدہ

واعدل راحلته إلى الطريق وقال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمع صوت زمارة راع فصنع مثل هذا. (رواه احمد، ابو داؤد)

''حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور اپنی سواری کو راستے سے موڑ لیا، پھر کہنے لگے نافع! آواز آرہی ہے،؟ میں نے عرض کیا جی آپ چلتے رہے، حتیٰ کہ میں نے عرض کیا کہ اب آواز نہیں آرہی، تو آپ نے اپنے کانوں پر سے ہاتھ ہٹا لیے اور اسی راستے پر آگئے، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔''

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ماغنيت ولاتمنيت و لا مسست ذكري بيميني منذ بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(عوارف المعارف للامام السهروردی)

جب سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے، نہ کبھی گانا گایا ہے، نہ جھوٹ بولا ہے، نہ اپنی شرمگاہ کو داہنے

ہاتھ سے چھوا ہے۔"

(۴) ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ محرموں کی ایک جماعت کے پاس گزرے، دیکھا تو ان میں ایک آدمی بیٹھا گا رہا ہے، اور سب سُن رہے ہیں، آپ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا:

الالا اسمع اللّٰہ لکم ، الا لا اسمع اللّٰہ لکم .

(اتحاف ج ٦)

"خدا تمہیں کبھی نہ سنوائے، خدا تمہیں کبھی نہ سنوائے۔"

(بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بہرے ہو جاؤ)۔

(۵) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی ایک مرتبہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو آپ نے بھی یہی الفاظ ان لوگوں سے کہے۔ (احیاء علوم الدین)

(٦) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک بچی کے پاس سے ہوا جو بیٹھی گا رہی تھی، آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

لو ترک الشیطان احدا لترک ھذہ.

(بیھقی: ج/ ۱۰)

"اگر شیطان کسی کو چھوڑتا تو اسے ضرور چھوڑ دیتا۔"

مطلب یہ ہے کہ گانا گانا شیطانی فعل ہے اور شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اگر شیطان کسی کو چھوڑا کرتا تو اس گانے والی کو چھوڑ دیتا، مگر شیطان

بد بخت کسی کو بھی نہیں چھوڑتا، پاکیزہ آدمی کو گناہ میں لگاتا ہے اور گناہ میں لگے ہوئے کو اس سے بڑے گناہ میں لگاتا ہے۔

(۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:

احذروا الغناء فانه من قبل ابلیس وهو شرک وعند الله ولا یغنی الا الشیطان. (عمدة القاری ج ۳)

''گانے سے بچو اس لئے کہ وہ ابلیس کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ کے نزدیک شرک جیسا گناہ ہے، اور گانا شیطان کے سوا کوئی نہیں گاتا۔''

فائدہ

یہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ذوق ہے کہ گانے کو شرک جیسا سنگین جرم سمجھتے تھے۔

(۸) ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کے گھر گئیں، جن کی کچھ بچیاں کسی تکلیف میں مبتلا تھیں آپ بچیوں کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ ان کا دل بہلانے کیلئے ایک مغنی وہاں موجود ہے، جس کے بڑے بڑے بال ہیں اور خوب جھوم جھوم کر گا رہا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً اس شخص کو گھر سے نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا:

اف! شیطان اخرجوه، اخرجوه، اخرجوه.

(سنن کبریٰ للبیهقی ج ۱)

''اف! یہ تو شیطان ہے، اسے نکالو، اسے نکالو، اسے نکالو۔''

فائدہ

اس قصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مغنی کو شیطان قرار دیا ہے اور اس کے وجود کو بچوں کے دل بہلانے کیلئے بھی گھر میں برداشت نہیں کیا۔

(۹) ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولیمہ کی دعوت کی آپ تشریف لے گئے، پہنچے تو وہاں گانے بجانے کی آواز سنائی دی، آپ دروازے پر ہی رک گئے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے آپ رک کیوں گئے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم کان شریکا لمن عمله .

(المطالب العالیه: ج/۲)

''جو جس قوم کے افراد کو بڑھائے وہ اسی قوم میں سے ہے اور جو کسی قوم کے عمل پر راضی ہو جائے، وہ ان کے عمل میں شریک ہے۔''

(۱۰) حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انی لابغض الغناء واحب الرجز.

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱)

’’میں گانے سے نفرت کرتا ہوں اور رجز کو پسند
کرتا ہوں۔‘‘

فائدہ

رجز ایک خاص بحر کے اشعار کو کہا جاتا ہے جو بالعموم جنگ کے موقع پر
کہے اور پڑھے جاتے ہیں۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ غنا سے شدید نفرت
کرتے تھے، ان کا قول:

ومن الناس من يشترى الخ...(الاية)

کی تفسیر کے ذیل میں گزر چکا ہے، یہی مزاج ان کے ساتھیوں کا بھی
تھا، چنانچہ اگر کسی بچے کے ہاتھ میں دف دیکھ لیتے تو اسے چھین کر توڑ دیتے۔
(الامر بالمعروف والنہی عن المنکر)

صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں
کا یہ معمول نہ تھا بلکہ ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کا بھی یہی
معمول تھا، چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی بھی، جو بوسطہ علقمہ حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم و معارف کے وارث تھے، غنا کے معاملے میں اسی
قدر سخت تھے، وہ بکثرت کہا کرتے تھے:

الغناء ينبت النفاق فى القلب. (تفسير السراج المنير ج۳)

’’گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔‘‘

یہ قول اس سے پیشتر بھی گزر چکا ہے، اور ہم اس پر قدرے بحث کر آئے ہیں، معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے یہ قول نقل کرتے تھے، واللہ اعلم

خود حضرت ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں:

کنا نتبع الازقة نخرق الدفوف من ایدی الصبیان. (الامر بالمعروف والنهی عن المنکر)

''ہم گلیوں میں تلاش کر کر کے بچوں کے ہاتھوں سے دف چھینتے اور پھاڑ دیتے۔''

تابعین وسلف صالحین کے اقوال اور انکار ڈعمل

(۱۲) حضرت قاسم بن محمدؒ سے کسی شخص نے غنا کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو گانے سے منع کرتا ہوں اور اسے ناپسند کرتا ہوں، اس شخص نے پوچھا، کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا دیکھو، بھتیجے! جب اللہ تعالیٰ حق اور باطل کو الگ الگ کریگا، تو غنا کو کس میں رکھے گا؟

(۱۳) انہی سے یہ قول بھی منقول ہے کہ:

لعن الله المغنی والمغنی له

''اللہ تعالیٰ گانے والے اور جس کے لئے گایا جائے دونوں پر لعنت بھیجتا ہے''

امام قرطبیؒ نے قاسم بن محمدؒ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں:

الغناء باطل والباطل فی النار.

(تفسیر قرطبی ج ۱۴)

گانا ایک باطل کام ہے اور ہر باطل دوزخ میں ہے

(۱۴) عثمان بن لیثیؒ یزید بن ولید ناقصؒ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ:

یا بنی امیہ ایاکم والغناء فانه ینقص الحیاء ویزید فی الشهوة ویهدم المروءة وانه لینوب عن الخمر ویفعل مایفعل المسکر فان کنتم لابه فاعلین فجنبوه النساء فان الغناء داعیة الزنا. (ایضا)

''اے بنو امیہ تم گانے سے بچو، کیونکہ یہ شرم وحیا کو گھٹاتا ہے، شہوت ونفسانیت کو بڑھاتا ہے اور اخلاق ومروت کو ختم کرتا ہے، یہ شراب کا نائب ہے، نشہ کا کام کرتا ہے، اگر تم اس سے بچ نہیں سکتے تو کم از کم عورتوں کو اس سے دور رکھو، اس لئے کہ گانا زنا کا محرک ہے۔''

(۱۵) محدث ضحاکؒ کا قول ہے:

الغناء منفدة للمال مسخطة للرب مفسدة للقلب. (ایضا)

''غنا مال کے ضیاع، خدا کی ناراضگی اور دل کے بگاڑ
کا سبب ہے۔''

ایک شخص حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک باندی ہے جس کی آواز بہت پیاری ہے، اگر میں اسے گانے کی تربیت دلا دوں تو شاید اس کے ذریعے کچھ آمدنی ہو جائے، حضرت حسن بصریؒ نے ارشاد فرمایا:

ان اسمٰعیل کان یامر اھله بالصلوٰة والزکاة
وکان عند ربه مرضیا. (بیهقی: ج/۱۰)

''حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو نماز اور
زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، اور وہ اپنے رب کے ہاں
پسندیدہ تھے۔''

اس شخص نے اپنا سوال دوبارہ عرض کیا، آپ نے جواب میں یہی فرمایا، اس نے سہ بارہ پوچھا تو بھی آپ نے یہی فرمایا۔

فائدہ

حضرت حسن بصریؒ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینا چاہیے، اور انہیں نیک کاموں کی ترغیب دینا چاہیئے، جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے اور یہی چیز اللہ کی خوشنودی کا سبب ہے، اس کے برعکس انہیں برے

کاموں کا حکم دینا یا بری راہ پر چلانا ٹھیک نہیں انبیاء کی سنت کیخلاف ہونے کے علاوہ یہ چیز خدا کی ناراضگی کا بھی سبب ہے۔

(۱۶) حضرت حسن بصریؒ ہی کے بارے میں یحیٰ بن اسیدؒ نقل کرتے ہیں کہ جب انہیں کسی ولیمہ کی دعوت میں بلایا جاتا تو میزبان سے پہلے ہی پوچھ لیتے کہ وہاں پر ستار و بربط تو نہیں بجائے جائیں گے، (اس لئے کہ اگر دف بجایا جائے تو اسکی اجازت ہے مگر دف سے بڑھ کر ستار یا بربط بجائے جائیں تو جائز نہیں،) اگر وہ جواب دیتا کہ ہاں بجائے جائیں گے، تو آپ فرماتے:

لادعوة ولانعمة عين (مواهب الجليل)

''اس دعوت کی کوئی حیثیت نہیں ، اور نہ ہی یہ باعث برکت وسکون ہے۔''

(۱۷) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو تقویٰ وطہارت اور عدل وانصاف میں خلفاء راشدین کے صحیح وارث تھے، جب اپنے بچوں کو پڑھنے کیلئے ان کے استاد سہلؒ کے پاس بھیجا تو انہیں لکھا کہ:

وليكن اول مايعتقدون من ادبك بغض الملاهي التي بدؤها من الشيطان وعاقبتها سخط الرحمن فاني بلغني من الثقات من حملة العلم ان حضور المعازف واستماع الاغاني

واللهج بهما ينبت النفاق في القلب كماينبت الماء العشب ولعمري لتوقي ذلك بترك حضور تلك المواطن اليسر على ذوالذهن من الثبوت على النفاق في قلبه.

(تفسير الدر المنثور ج۵)

”تمہاری تعلیم وتربیت سے سب سے پہلا عقیدہ جو ان میں پیدا ہو وہ آلات موسیقی سے نفرت ہے جن کا آغاز شیطان کی طرف سے ہے اور انجام خدا تعالیٰ کی ناراضگی ہے، میں نے ثقہ علماء سے سنا ہے کہ باجوں کی محفل میں جانا، گانے سننا، اور ان کا شوقین ہونا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، جس طرح پانی گھاس اگاتا ہے، میری جان کی قسم! عقل مند آدمی کے لئے ایسے مقامات پر نہ جانا اور ان کی نحوست سے بچ جانا زیادہ آسان ہے، بہ نسبت اس کے کہ دل میں نفاق جم جائے۔“

اپنے بیٹوں پر ہی موقوف نہیں، آپ نے اس معاملہ میں رعایا کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں برتی، چنانچہ اپنے عمال (گورنروں) کے نام فرمان جاری کیا کہ:

وقد كانت هذه الاعاجم تلهو باشياء زينها

الشیطان لهم فازجز من قبلک من المسلمین
عن ذلک فلعمری لقد انی لهم ان
یترکوا ذلک مع مایقرؤون من کتاب الله
فازجزوا عن ذلک الباطل واللهو من الغناء
وما اشبهه فان لم ینتهوا فنکل من اتی ذلک
منهم غیر متعدد فی النکال.

(طبقات ابن سعد ج ۱۹)

"یہ عجمی لوگ چند چیزوں سے، جن کو شیطان نے ان کی نگاہ میں مزین کر دیا تھا، دل بہلاتے تھے، پس اپنے ہاں کے مسلمانوں کو ان چیزوں سے روکو بخدا! اب وقت آ گیا ہے کہ وہ لوگ کتاب اللہ سے احکامات معلوم ہو جانے کے ساتھ ہی ان چیزوں کو کرنا چھوڑ دیں، چنانچہ تم انہیں فضول کاموں، لہو ولعب اور گانے بجانے سے روکو، اور اگر وہ نہ رکیں تو انہیں حد میں رہتے ہوئے سزا دو۔"

(۱۸) ایک شخص امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، اور ان سے کوئی مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں یہ کہتے تھے، اس شخص نے عرض کیا آپ مجھے اپنی رائے بتائیے، حضرت شعبی نے فرمایا کتنے تعجب کی بات ہے، میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا

قول بتا رہا ہوں اور یہ میری رائے پوچھ رہا ہے، حالانکہ مجھے اپنا دین زیادہ عزیز ہے، پھر فرمایا:

واللّٰہ لان اتغنی اغنیۃ احب الی من ان اخبرک برائی. (سنن دارمی ج ۱)

''خدا کی قسم مجھے ایک گانا گالینا زیادہ پسند ہے، اس سے کہ میں تجھے اپنی رائے بتاؤں۔''

فائدہ

حضرت امام شعبیؒ نے دین میں رائے زنی کو بدترین جرم سمجھا اور فرمایا کہ دینی معاملے میں رائے زنی کرنے کیلئے زبان کھولنے سے بہتر ہے کہ آدمی گانا گالے (کہ یہ گناہ ہے مگر دین میں رائے زنی سے کمتر ہے)

(۱۹) حضرت فضیل بن عیاضؒ کا جو درحقیقت صوفیاء کے امام ہیں، مشہور مقولہ ہے:

الغناء رقیۃ الزنا.

''گانا زنا کا منتر ہے''

جائز تفریح پر کوئی پابندی نہیں

اگر سادگی کے ساتھ، ترنم سے اشعار پڑھ لئے جائیں اور پڑھنے والی عورت یا اَمرد نہ ہوں اور اشعار کے مضامین بھی فحش یا کسی دوسرے گناہ پر مشتمل نہ ہوں، اور اس کو باقاعدہ فنکاری کا مشغلہ نہیں بنایا، تو اس کی شرعاً

اجازت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی نفسیات کی بھی رعایت رکھی ہے کہ انسان کو تھوڑی بہت تفریح کی بھی ضرورت ہے، اس لئے شریعت نے جائز تفریحات پر پابندی عائد نہیں کی، لیکن جن چیزوں سے انسان کا دل خراب ہوتا ہے، اور جو چیزیں انسان کو اللہ سے غافل بنا دیتی ہیں، ان کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے، اور گانا بجانا ان چیزوں میں سرفہرست ہے، اس لئے اس سے منع فرمادیا گیا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو اس سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆

زُہد کا حصول
اور
اُس کے ثمرات

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230
0333-2124384

زہد اختیار کرو، اللہ کے بندوں کے محبوب بن جاؤ گے

عن سهل بن سعد رضی اللّٰه عنه قال جاء رجل فقال یارسول الله دلنی علٰی عمل ازا انا عملته احبنی الله واحبنی الناس قال ازهد فی الدنیا یحبک الله وازهد فی ما عند الناس یحمک الناس.

(رواه الترمذی وابن ماجه)

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسا کوئی عمل بتلایئے کہ جب میں اس کو کروں، تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے، اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ نے فرمایا، کہ: دنیا کی طرف سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور جو (مال وجاہ) لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو، تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله نحمده علىٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوة على افضل الرسل واكرم وعلىٰ اٰله وصحبه وبارك وسلّم ، امّابعد!

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ وَمَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَا لَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِيۡبٍ. (الشوریٰ: ۲۰)

"جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیں گے۔ اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس میں سے اُسے دیدیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔"

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیۡ مَقَامٍ اٰخَرَ:

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى.
(النساء: ۷۷)

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو بتلا دیجئے کہ

دنیا کا سرمایہ تو بہت ہی قلیل ہے اور آخرت تو بہتر ہے
پرہیزگاروں کے لیے۔"

عَنْ أَبِي مُوسٰى الْأَشْعَرِيِّ قال قال أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَآثِرُوا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى. (مشکوٰۃ)

"حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا سے محبت کرے گا۔ وہ اپنی آخرت تباہ کرے گا۔ اور جس شخص کو اپنی آخرت محبوب ہوگی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ تو اے لوگو! تم باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہو جانے والی زندگی پر ترجیح دو۔"

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ○ وسلام علی المرسلین ○ و الحمدللّٰہ رب العالمین ○

آیات کا ترجمہ اور حدیث مبارکہ کا ترجمہ آپ کے سامنے آیا۔ آج کی نشست میں انہیں دونوں آیتوں پر حدیث مبارکہ کی روشنی میں دنیا و آخرت کا موازنہ کر کے دنیا کے نقصانات اور آخرت میں ملنے والے نفع اور ابدی انعامات پر کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔

دنیا کا امتحان

مرغابی ایک پرندہ ہے جو پانی پر بیٹھتا ہے، لیکن جب اٹھنے کا وقت آتا ہے تو اس کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی کیوں کہ اس کے پر اتنے چکنے ہوتے ہیں کہ پانی میں گیلے ہی نہیں ہوتے۔ وہ بیٹھتا پانی کے اوپر ہے لیکن جیسے ہی کوئی خطرہ ہوتا ہے تو وہیں سے اڑنا شروع کر دیتا ہے۔ اگر اس کے پر گیلے ہو جاتے تو وہ کبھی بھی اڑ نہ سکتا۔ اللہ رب العزت نے مومن کو بھی اسی طرح دنیا میں بھیجا کہ میرے بندو! دنیا میں جاؤ مگر اپنے پروں کو دنیا کے پانی سے تر نہ ہونے دینا۔ دنیا کی محبت تمہارے دل میں نہ آنے پائے، دنیا کی چمک دمک تمہارا دل نہ لبھائے۔

اسی کا نام امتحان ہے کہ انسان دنیا میں رہے مگر دنیا میں اس کا دل نہ لگے، دل آخرت کے ساتھ جڑا رہے۔

دنیا اور آخرت

(۱)...... یہ دنیا جس میں ہم اپنی یہ زندگی گذار رہے ہیں، اور جس کو اپنی آنکھوں کانوں وغیرہ کے حواس سے محسوس کرتے ہیں، جس طرح یہ ایک واقعی حقیقت ہے، اسی طرح آخرت بھی جس کی اطلاع اللہ کے سب پیغمبروں نے دی ہے، وہ بھی ایک قطعی اور یقینی حقیقت ہے، اور اپنی زندگی کے اس دور میں ہمارا اس کو نہ دیکھنا اور محسوس نہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ میں ہونے کے زمانہ میں ہم اس دنیا کو نہیں دیکھتے تھے اور نہیں محسوس کر سکتے تھے،

پھر جس طرح ہم نے یہاں آ کر اس دنیا کو دیکھ لیا اور زمین و آسمان کو وہ ہزاروں لاکھوں چیزیں یہاں ہمارے مشاہدے میں آ گئیں، جن کا ہم ماں کے پیٹ میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، اسی طرح مرنے کے بعد عالم آخرت میں پہنچ کر جنت و دوزخ کو اور اس عالم کی ان تمام چیزوں کو دیکھ لیں گے اور پالیں گے جن کی اطلاع اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں نے دی ہے۔

الغرض ہماری یہ دنیا جس طرح ایک حقیقی عالم ہے، اسی طرح آخرت بھی مرنے کے بعد سامنے آ جانے والا ایک حقیقی اور بالکل واقعی عالم ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے اور نقل و عقل کی روشنی میں ہم کو اس کے بارے میں الحمد اللہ پورا وثوق اور اطمینان ہے۔

(۲)......پھر دنیا کے بارے میں ہم کو یقین ہے کہ یہ اور اس کی ہر چیز فانی ہے، بہ خلاف آخرت کے کہ وہ غیر فانی اور جاودانی ہے، اور وہاں پہنچنے کے بعد انسان بھی غیر فانی بنا دیا جائے گا، یعنی اس کو کبھی ختم نہ ہونے والی دوامی زندگی عطا فرما دی جاوے گی، اسی طرح وہاں اللہ کے سعیدا ور خوش نصیب بندوں کو جو نعمتیں عطا ہوں گی ان کا سلسلہ بھی ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا، اور کبھی منقطع نہ ہوگا، اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ.

اور اسی طرح جن اشقیا کی بغاوت اور سرکشی اور کفر و استکبار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ہوگا۔ ان کی تکلیفوں اور ان کے عذاب کا سلسلہ بھی

کبھی ختم نہ ہوگا، جیسا کہ جہنمیوں کے بارے میں جا بجا فرمایا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں کی بتلائی ہوئی اس حقیقت پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کے مقابلہ میں آخرت کی لذتیں اور نعمتیں بے انتہا فائق ہیں، بلکہ اصلی لذتیں اور نعمتیں آخرت ہی کی ہیں، اور دنیا کی چیزوں کو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے، اسی طرح دنیا کی سخت سے سخت تکلیف اور بڑے سے بڑے دکھ کو دوزخ کے ہلکے سے ہلکے درجہ کے عذاب سے بھی کوئی نسبت نہیں۔

ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی فکر و سعی بس آخرت ہی کے لیے ہو، اور دنیا سے اس کا تعلق صرف ناگزیر ضرورت کے بقدر ہو۔

(۳)......لیکن انسانوں کا عام حال یہ ہے کہ دنیا چوں کہ ہر وقت ان کے سامنے ہے اور آخرت سراسر غیب اور آنکھوں سے اوجھل ہے، اس لیے اکثر و بیشتر ان حقیقتوں کے ماننے والوں پر بھی دنیا کی فکر ہی غالب رہتی ہے، گویا یہ انسانوں کی ایک قسم کی فطری کمزوری ہے۔ان کا حال اس معاملہ میں بالکل ان چھوٹے بچوں کا سا ہے جن کو بچپن میں اپنے کھیل کھلونوں سے دلچسپی ہوتی ہے، اور مستقبل کی زندگی کو خوشگوار اور شاندار بنانے والے تعلیمی اور تربیتی مشاغل ان کے لیے سب چیزوں سے زیادہ غیر دلچسپ بلکہ انتہائی شاق ہوتے ہیں، جن کے شفیق ماں باپ ان کو سمجھا بجھا کر ان اچھے کاموں کی طرف راغب کرتے رہتے ہیں جن میں لگ کر وہ کامیاب انسان بن سکتے ہیں اور عزت و عافیت کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴)......اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کے ذریعہ ہمیشہ انسانوں کی اس غلطی اور کمزوری کی اصلاح کی کوشش ہوتی رہی ہے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کا جو درجہ ہے، اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کا جو مقام ہے وہ واضح کیا جاتا رہا ہے، مگر انسانوں سے اس بارہ میں غالباً ہمیشہ بچوں والی غلطی ہوتی رہی ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى.

''بلکہ تم لوگ دنیا والی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت زیادہ باقی رہنے والی ہے۔ بلا شبہ یہ (بات) ان صحیفوں میں ہے، جو پہلے نازل کئے گئے جو ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے تھے۔''

(۵)......قرآن پاک چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روئے زمین کے انسانوں کے لیے آخری ہدایت نامہ ہے، اس لیے اس میں اور بھی زیادہ زور اور اہمیت کے ساتھ جا بجا مختلف عنوانات سے دنیا کی بے وقعتی اور ناپائداری کو اور آخرت کو واضح کیا گیا ہے۔ کہیں فرمایا گیا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى

(النساء: ۷۷)

''اے پیغمبر! آپ ان لوگوں کو بتلا دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ تو بہت ہی قلیل ہے، اور آخرت بہتر ہے پرہیز گاروں کے لیے۔''

کہیں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (الانعام. ع. ۴)

''اور دنیا کی زندگانی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بس (چند دنوں کا) کھیل تماشا ہے، اور آخرت کا گھر ہی بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں (افسوس تم پر!) کیا تم اس بات کو سمجھتے نہیں۔''

کہیں ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ إِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ. (سورۃ المؤمن: ۵)

''یہ دنیا والی زندگی تھوڑے سے نفع کی زندگی ہے۔ بلاشبہ آخرت ہی رہنے کی جگہ ہے۔''

کہیں ارشاد فرمایا:

وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ.

''اور آخرت میں (مجرموں اور باغیوں کے لیے) سخت
ترین عذاب ہے، اور (جو بندے رضا اور مغفرت کے
لائق ہیں) اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش اور رضا
ہے۔ اور یہ دنیوی زندگانی تو بس دھوکہ کا سرمایہ ہے۔''

(۶)......الغرض اللہ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اور آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں ان کو کامل فلاح و بہبود کے مقام تک پہنچانے کے لیے جن چند خاص نکتوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر اور بے قیمت سمجھے، اور اس سے زیادہ جی نہ لگائے ، اور اس کو اپنا مقصود و مطلوب نہ بنائے ، بلکہ آخرت کو اپنی اصل منزل اور اپنا دوامی وطن یقین کرتے ہوئے اور دنیا کے مقابلہ میں اس کی جو قدر و قیمت اور جو اہمیت ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں کی کامیابی حاصل کرنے کی فکر کو اپنی تمام دنیوی فکروں پر غالب رکھے، پس انسان کی سعادت اور آخرت میں اس کی کامیابی کے لیے گویا یہ شرط ہے کہ دنیا اس کی نظر میں حقیر اور بے قیمت ہو، اور اس کے دل کا رخ آخرت ہی کی طرف ہو، اور

اللّٰھم لا عیش الا عیش الاخرۃ.

اس کے دل اور اس کی روح کی صدا ہو۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات اور مجلسی ارشادات کے ذریعہ بھی اس کی تعلیم دیتے تھے، اور

ایمان لانے والوں کے دلوں پر اپنے عمل اور حال سے بھی اسی کا نقش کرتے تھے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث اس باب میں درج ہوں گی، جن میں دنیا کی تحقیر اور مذمت کی گئی ہے، ان کا مطلب و مقصد اسی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔

(۷)...... یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن وحدیث میں جس دنیا کی مذمت کی گئی ہے وہ آخرت کے مقابل والی دنیا ہے، اس لیے دنیا کے کاموں کی جو مشغولیت اور دنیا سے جو تمتع فکر آخرت کے تحت ہو اور آخرت کا راستہ اس سے کھوٹا نہ ہوتا ہو وہ مذموم اور ممنوع نہیں ہے، بلکہ وہ تو جنت تک پہنچنے کا زینہ ہے۔

اس تمہیدی مضمون کو ذہن رکھ کر آب پڑھئے آگے درج ہونے والی اس سلسلہ کی احادیث مبارکہ!

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت

عَنْ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ مَا الدُّنْیَا فِی الْآخِرَۃِ إِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ أَحَدُکُمْ إِصْبَعَہٗ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ. (صحیح المسلم)

"روایت ہے حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں بس ایسی

ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر
نکال لے، اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں
لگ کر آئی ہے۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں اتنی ہی بے حقیقت اور بے حیثیت ہے جتنا کہ دریا کے مقابلہ میں انگلی پر لگا ہوا پانی۔ اور دراصل یہ مثال بھی صرف سمجھانے کے لیے دی گئی ہے، ورنہ فی الحقیقت دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں یہ نسبت بھی نہیں ہے۔ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب محدود اور متناہی ہے، اور آخرت لامحدود اور لامتناہی ہے، اور ریاضی کا مسلم مسئلہ ہے کہ محدود متناہی اور لامحدود اور غیر متناہی کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہوتی، جب حقیقت یہ ہے، تو وہ شخص بڑا ہی محروم اور بہت ہی گھاٹے میں رہنے والا ہے جو دنیا کو حاصل کرنے کے لئے تو خوب جد و جہد کرتا ہے مگر آخرت کی تیاری کی طرف سے بے فکر اور بے پرواہ ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنه أَنَّ رَسُولَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ
بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَهُ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ
مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ
هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوا مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا

نَصْنَعُ بِهِ قَالَ أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ قَالُوا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيهِ لِأَنَّهُ أَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ. (رواه مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر بکری کے ایک مردہ بچے پر ہوا، جو راستے میں مرا پڑا تھا، اس وقت آپ کے ساتھ جو لوگ تھے ان سے آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو صرف ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا؟ انہوں نے عرض کیا ہم تو اس کو کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: قسم ہے خدا کی دنیا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے جتنا ذلیل اور بے قیمت تمہارے نزدیک یہ مردار بچہ ہے۔''

فائدہ

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں بندوں کی ہدایت اور تربیت کا جو بے پناہ جذبہ رکھ دیا تھا، اس حدیث سے اس کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے، آپ راستہ چل رہے ہیں، بکری کے ایک مردار بچے پر آپ کی نظر پڑتی ہے، گھن سے منہ پھیر کر نکل جانے کے بجائے آپ صحابہ کو متوجہ کر کے اس کی اس حالت سے ایک اہم سبق دیتے ہیں، اور ان کو بتلاتے

ہیں کہ یہ مردار بچہ تمہارے نزدیک جس قدر حقیر و ذلیل ہے اسی قدر اللہ کے نزدیک دنیا حقیر و ذلیل ہے اس لیے اپنی طلب و فکر کا مرکز اس کو نہ بناؤ، بلکہ آخرت کے طالب بنو۔

دنیا فانی ہے اور آخرت غیر فانی، اس لیے آخرت کے طالب بنو

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب دنیاہ اضر باخرتہٖ ومن احب اخرتہٗ اضر بدنیاہ فاثروا مایبقیٰ علی ما یفنٰی.(شعب الایمان رواہ البھیقی)

”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا، اور جو کوئی آخرت کو محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا، پس (جب دنیا و آخرت ناگزیر ہے، تو عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ) فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلہ میں، باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔“

فائدہ

ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا تو اس کی اصل فکر و سعی دنیا ہی کے واسطے ہو گی، اور آخرت کو یا تو وہ بالکل ہی پس پشت ڈال دے گا، یا اس

کے لیے بہت کم جدو جہد کرے گا، جس کا نتیجہ بہر صورت آخرت کا خسارہ ہوگا۔

اسی طرح جو شخص آخرت کو محبوب ومطلوب بنائے گا، اس کی اصلی سعی وکوشش آخرت کے لیے ہوگی، اور وہ ایک دنیا پرست کی طرح دنیا کے لیے جدو جہد نہیں کر سکے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دنیا زیادہ نہیں سمیٹ سکے گا، پس صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنی محبت اور چاہت کے لیے آخرت کو منتخب کرے، جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، اور دنیا تو بس چند روز میں فنا ہو جانے والی ہے۔

زہد کا معنی

اس کیفیت اور اس حقیقت کے لیے ایک لفظ استعمال ہوتا ہے ''زہد''۔ عربی زبان میں ''زہد'' کا معنٰی یہ ہوتا ہے ''کسی چیز سے کنارہ کشی کرنا''، ''اعراض کرنا''۔ عَدَمُ الْمَيقل ......توجہ نہ دینا۔ تو زہد کا لفظی معنی یہ ہوتا ہے کہ انسان دنیا کی چکاچوند کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اس کو کہا گیا:

زهد عن الدنيا وزينتها وزخرفها وبهجتها.

''دنیا کی جھوٹی چمک سے، حسن اور خوشنمائی سے انسان کا دل متاثر نہ ہو۔''

زہد کی اصطلاحی تعریف

اصطلاحاً فرمایا گیا:

الزهد هو عدم تعلق القلب بالدنيا وشهواتها وحظوظها و زينتها وزخرفها.

''زہد یہ ہے کہ دنیا کی زیب و زینت اور دنیا کی شہوات
ولذات سے انسان کے دل کا تعلق نہ ہو۔''

زہد قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا
بِمَا آتَاكُمْ. (الحديد: ۲۳)

''تاکہ جو تم سے فوت ہوگیا اس پر تم غم نہ کھایا کرو اور
جو تمہیں دیا اس پر اترایا نہ کرو۔''

یہ آیت پوری کی پوری زہد کے صحیح معنی کو بیان کرتی ہے۔ اگر کوئی چیز ہاتھ سے جاتی رہے تو اس پر زیادہ افسوس نہ ہو اور ڈپریشن کا شکار نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کردیں، کچھ خوشیاں دے دیں تو بندہ ان پر اترائے نہیں، آپے سے باہر نہ ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تجارتی جہاز چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اطلاع ملی: حضرت! وہ فلاں تجارتی جہاز تھا وہ تو سمندر میں ڈوب گیا۔ حضرت خاموش رہے۔ سر جھکا لیا...... فرمایا: الحمد للہ! کچھ دیر بعد اطلاع آئی وہ جہاز ڈوبنے سے بچ گیا اور کنارے لگ گیا۔ جب یہ اطلاع ملی تو آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی اور فرمایا: الحمد للہ! تو بتانے والے نے پوچھا! ڈوبنے کی خبر پر بھی الحمد للہ کہا اور کنارے لگنے کی خبر پر بھی الحمد للہ کہا۔ تو انہوں

نے فرمایا کہ جب مجھے ڈوبنے کی خبر ملی تو میں نے دل میں جھانک کر دیکھا تو میرے دل میں اس بات پر کوئی افسوس نہیں تھا۔ اللہ دے تو ہم راضی ہیں، نہ دے تو ہم پھر بھی راضی ہیں۔ اور جب بچنے کی اطلاع ملی تو پھر اپنے دل میں جھانک کر دیکھا تو اپنے دل میں بہت خوشی محسوس نہیں کی، چناں چہ پھر میں نے کہا: الحمد للہ کہ میں اللہ کی عطاء پر راضی ہوں۔ تھوڑا ملے، نہ ملے یا زیادہ ملے۔ ہر حال میں اللہ پر راضی ہوں۔ زہد دل کی اسی کیفیت کو کہتے ہیں۔

زہد اکابرین امت کی نظر میں

زہد اکابرینِ امت اور مشائخ نے مختلف انداز سے کلام کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ زہد کسے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

الزھد ان لایسکن قلبک الیٰ موجودٍ فی الدنیا ولا یرغب فی مفقودٍ منھا.

''زہد یہ ہے کہ تمہارا دل ایسا ہو کہ جو تمہارے پاس ہے اس پر زیادہ خوش نہ ہو اور جو نہیں اس پر زیادہ رنجیدہ نہ ہو۔''

یعنی اللہ کے دیے ہوئے رزق پر راضی ہو اور دل میں ہوس نہ ہو۔ کیوں کہ انسان کے دل میں ہوس ہوتی ہے جب کہ شریعت چاہتی ہے کہ ہوس ختم ہو جائے۔ اگر دل سے ہوس نکل جائے تو کوئی انسان مال کمانے کے لیے جھوٹ

نہیں بولے گا، دھوکہ نہیں دے گا، چوری ڈاکہ نہیں کرے گا۔ یہ ہوس ہی ہے جو انسان کے دل کو گناہوں پر مجبور کر دیتی ہے۔ شریعت یہ چاہتی ہے کہ یہ مال کی ہوس ختم ہو جائے۔

ابوبکر رزاقؒ

ابوبکر رزاقؒ سے پوچھا گیا کہ زہد کے کیا معنی ہیں؟ تو فرمانے لگے کہ زہد کے تین حروف ہیں ''ز''، ''ہ'' اور ''د''

ز سے مراد...... ترک الزینة...... زینت کو ترک کر دینا۔

یہ جو نمائش اور دکھاوے کی خاطر انسان بنتا سنورتا ہے، اس کو چھوڑ دینا۔

ہ سے مراد...... ترک الھوٰی ...... ہوا (خواہشات) کو چھوڑ دینا۔

د سے مراد...... ترک الدنیا...... دنیا کو چھوڑ دینا۔

زہد کی ابتدا

ابوصفوانؒ سے پوچھا گیا کہ زہد کی ابتدا کیسے ہوتی ہے؟

انہوں نے کہا:

استصغار الدنیا.

''دل میں دنیا کا چھوٹا ہو جانا۔''

زہد کی انتہاء

حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ زہد کی انتہا کیا ہے؟...... کیا عجیب بات ہے کہ ایک سے ابتدا پوچھی گئی، دوسرے سے انتہا

پوچھی گئی......انہوں نے جواب دیا:

ان یکون شاکرًا فی الرضاءِ وصابرًا فی البلاء.

''جب بندے کو نعمتیں ملیں تو شکر ادا کرے اور جب کوئی مصیبت آئے تو صبر کرے۔''

یہ زہد کی انتہا ہوا کرتی ہے۔

زہد اختیار کرو، اللہ کے بندوں کے محبوب بن جاؤ گے

عن سهل بن سعد رضی الله عنه قال جاء رجل فقال یارسول الله دلنی علٰی عمل ازا انا عملته احبنی الله واحبنی الناس قال ازهد فی الدنیا یحبک الله وازهد فی ما عند الناس یحبک الناس. (رواه الترمذی وابن ماجه)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا: یارسو اللہ! مجھے ایسا کوئی عمل بتلایئے کہ جب میں اس کو کروں، تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے، اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ نے فرمایا، کہ: دنیا کی طرف سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو ،تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور جو (مال وجاہ)

لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض اور بے رخی اختیار
کرلو، تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔"

فائدہ

یہ واقعہ ہے کہ دنیا کی محبت اور چاہت ہی آدمی سے وہ سارے کام کراتی ہے، جن کی وجہ سے وہ خدا کی محبت کے لائق نہیں رہتا، اس لیے اللہ کی محبت حاصل کرنے کی راہ یہی ہے کہ دنیا کی چاہت اور رغبت دل میں نہ رہے۔ جب دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی، تو دل اللہ کی محبت کے لیے فارغ ہو جائے گا، اور پھر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری ایسی خالص ہونے لگے گی، کہ وہ بندہ اللہ کو محبوب اور پیارا ہو جائے گا۔

اسی طرح جب کسی بندہ کے متعلق عام طور سے لوگ یہ جان لیں کہ یہ ہماری کسی چیز میں حصہ نہیں چاہتا نہ یہ مال کا طالب ہے، نہ کسی عہدہ اور منصب کا، تو پھر لوگوں کا اس سے محبت کرنا گویا انسانی فطرت کا لازمہ ہے۔

زہد کے بارے میں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس شخص کے لیے دنیا کی لذتیں اور راحتیں حاصل کرنے کے مواقع ہی نہ ہوں، اور اس مجبوری کی وجہ سے وہ دنیا میں عیش نہ کرتا ہو، وہ زاہد نہیں ہے، زاہد وہ ہے جس کے لیے دنیا کے عیش وتنعم کے پورے مواقع میسر ہوں، مگر اس کے باوجود وہ اس سے دل نہ لگائے اور متنعمین کی سی زندگی نہ گذارے۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو زاہد کہہ کے پکارا، انہوں نے فرمایا، کہ: زاہد تو عمر بن عبدالعزیز تھے کہ خلیفہ وقت

ہونے کی وجہ سے دنیا گویا ان کے قدموں میں تھی، لیکن انہوں نے اس سے حصہ نہیں لیا۔

زاہدوں کی صحبت میں رہا کرو

عن ابی هريره وابی خلاد رضی اللّٰه عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا رأيتم لعبد يعطى زهدًا في الدنيا وقلة منطق فاقتربوا منه فانهٔ يلقى الحكمة.

(رواه البيهقى فى شعب الايمان)

''حضرت ابو ہریرہ اور ابو خلاد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی بندہ کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو زہد، یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رخی اور کم سخنی (یعنی لغو اور فضول باتوں سے زبان کو محفوظ رکھنے کی صفت) اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو اس کے پاس اور اس کی صحبت میں رہا کرو، کیوں کہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ کی طرف سے حکمت کا القا ہوتا ہے۔''

فائدہ

حکمت کے القا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقتوں کو صحیح طور پر سمجھتا

ہے اور اس کی زبان سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو صحیح اور نافع ہوتی ہیں، اس لیے اس کی صحبت کیمیا اثر ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حکمت کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ:

ومن یؤت الحکمة فقد اُوتی خیراً کثیراً.

''جس کو حکمت عطا کی جائے، اس کو خیر کثیر عطا کیا گیا۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے زاہد بندوں کو نقد صلہ:

عن أبی ذر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما زھد عبد فی الدنیا إلا أثبت اللہ الحکمة فی قلبہ، وأنطق لھا لسانہ وبصرہ عیب الدنیا وداءِ ھا ودواء ھا. وأخرجہ منھا سالما إلی دار السلام.

(رواہ البیھقی فی شعب الأیمان)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ: جو بندہ بھی زہد اختیار کرے (یعنی دنیا کی رغبت و چاہت اپنے دل سے نکال دے، اور اس کی خوش عیشی و خوش باشی کی طرف بے رغبتی اور بے رخی اختیار کر لے) تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت کو اگائے گا، اور اس کی زبان پر بھی حکمت کو

جاری کرے گا، اور دنیا کے عیوب اور اس کی بیماریاں اور
پھر اس کا علاج معالجہ بھی اس کو آنکھوں سے دکھادے
گا، اور دنیا سے اس کو سلامتی کے ساتھ نکال کر جنت میں
پہنچا دے گا۔"

فائدہ

اوپر کی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا کہ دنیا میں جو شخص زہد اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکمت القا کی جاتی ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے اس کی اور زیادہ تفصیل اور تشریح معلوم ہوئی، اس حدیث میں:

اَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِىْ قَلْبِهٖ

"اللہ اُس کے دل میں حکمت اُگاتا ہے۔"

کے بعد جو کچھ فرمایا گیا ہے، وہ گویا اسی حکمت کی تفصیل وتشریح ہے، اور مطلب یہ ہے، کہ زہد اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی دنیا میں پہلا نقد صلہ یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب میں حکمت اور معرفت کا تخم ڈال دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے نشو ونما پاتا رہتا ہے، اور ترقی کرتا رہتا ہے، اوور دنیا کے عیوب وامراض گویا ان کو آنکھوں سے دکھا دیئے جاتے ہیں، اور ان کے علاج ومعالجہ کی بھی ان کو خاص بصیرت عطا ہوتی ہیں۔

دوسرا خاص انعام ان بندوں پر یہ ہوتا ہے کہ ان کو ایمان اور تقویٰ کی

سلامتی کے ساتھ اللہ اس دنیا سے اٹھاتا ہے، اور وہ اس فانی دنیا سے نکال کر جاودانی عالم میں یعنی دارالسلام جنت میں پہنچا دیئے جاتے ہیں۔

خاصانِ خدا عیش و تنعّم کی زندگی نہیں گذراتے

عَن مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللّٰه عنه عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَی الْيَمَنِ قَالَ إِيَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِينَ.

(مسند احمد)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کی طرف روانہ کیا، تو نصیحت فرمائی، کہ: معاذ! آرام طلبی اور خوش عیشی سے بچتے رہنا، اللہ کے خاص بندے آرام طلب اور خوش عیش نہیں ہوا کرتے۔''

فائدہ

دنیا میں آرام و راحت اور خوش عیشی کی زندگی گذارنا اگرچہ حرام اور ناجائز نہیں ہے، لیکن اللہ کے خاص بندوں کا مقام یہی ہے کہ وہ دنیا میں تنعم کی زندگی اختیار نہ کریں۔

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَة

جب کسی بندہ کو شرح صدر کی دولت نصیب ہوتی ہے تو اُس کی زندگی میں

دنیا سے بے رغبتی، اورآخرت کی فکر نمایاں ہوجاتی ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال :تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم :" فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام"، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن النور إذا دخل الصدر انفسح فقيل :يا رسول الله ، هل لذلک من علم يعرف به قال : نعم ، التجافي عن دار الغرور ، والإنابة إلى دار الخلود ، والاستعداد للموت قبل نزوله.

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

"حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام" (جس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اس کو اپنی راہ پر لگائے اور اپنی رضا اور اپنا قرب نصیب فرمائے، تو کشادہ کردیتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لیے یعنی عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والی زندگی کے لیے اس کا دل کھول دیا جاتا ہے)۔ یہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد اس کی تفصیل اور تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، کہ: نور جب سینہ میں آتا ہے تو اس

کی وجہ سے سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اس حالت کی کوئی علامت بھی ہے جس سے اس کو پہچانا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ: ہاں! دنیا جو دھوکے فریب کی جگہ ہے اس سے طبیعت کا ہٹ جانا اور اُچاٹ ہو جانا (یعنی زندگی میں زہد کی صفت آجانا) اور آخرت جو ہمیشہ قیام کی جگہ ہے، طبیعت کا اس کی طرف رجوع ہو جانا، اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری میں لگ جانا (یعنی توبہ واستغفار، اور معاصی سے اجتناب، اور عبادت کی کثرت کے ذریعہ موت کی تیاری کرنا)۔"

زہد کے تین درجے

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الزهد ثلاثه اصناف.

"زہد کی تین قسمیں ہیں۔"

پہلا درجہ

الزهد الفرض.

زہد جو فرض ہے، لازم ہے۔

زہد فرض یہ ہے کہ جو حرام کام ہیں ان کو چھوڑ دینا۔ یہ ہر ایک کے لیے فرض ہے۔

دوسرا درجہ

الزهد السلامة.

زہد سلامہ۔

زہد سلامہ یہ کہ جو شبہات ہیں ان کو چھوڑ دینا۔ ایسی چیزیں جن کو چھوڑنے میں ہمارے لیے سلامتی ہے اور ہماری گناہ میں پڑنے سے حفاظت ہے۔

تیسرا درجہ

الزهد الافضل.

اعلیٰ درجے کا زہد

حلال چیزوں میں بھی اگر انسان قناعت کر کے تھوڑے پر راضی ہو جائے تو یہ افضل ہے۔

فرماتے ہیں کہ پہلا درجہ عوام کے زہد کا ہے۔ دوسرا درجہ خواص کے زہد کا ہے اور تیسرا درجہ ہے عارفین کے زہد کا ہے۔

شریعت کے تین دائرے ہیں۔

......ایک ہیں طیبات۔ شریعت نے ان کو حلال قرار دیا، بلکہ ان کا استعمال کرنا عبادت ہے۔

......دوسری ہیں مباحات۔ شریعت نے ان کا اختیار دے دیا کہ ٹھیک ہے کر سکتے ہیں، تمہاری مرضی ہے۔

......اور تیسری ہیں شہوات۔ شریعت نے شہوات کو حرام کر دیا کہ ان کو چھوڑ دو۔

تو فرمایا کہ زہد یہ ہے کہ انسان شہوات کو بھی چھوڑ دے، مباحات سے بھی آنکھ بند کر لے اور طیبات میں بھی جو نصیب میں ہے اسی پر راضی ہو جائے۔

زاہد سب سے بہترین انسان

زاہد اللہ کے ہاں کتنا پسندیدہ ہے! ذرا سنیے! حضرت ابودرداءؓ فرماتے تھے:

لَئِنْ حَلَفْتُمْ لِیْ عَلٰی رَجُلٍ اَنَّهٗ اَزْهَدُ كُمْ لَاَ حْلِفَنَّ لَكُمْ اَنَّهٗ خَيْرُ كُمْ.

’’اگر تم قسم کھا کر مجھے بتاؤ کہ فلاں بندہ سب سے زیادہ زاہد ہے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تم میں سے سب سے زیادہ بہتر ہے۔‘‘

زہد اللہ رب العزت کو اتنا زیادہ پسند ہے۔

زاہد اور مزہد

دو لفظ ہیں۔ ایک ہے زاہد اور ایک ہے مزہد۔ مزہد اسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس مال کم ہو۔ جیسے غریب آدمی جس کے پاس مال پیسا کم ہو، اللہ کو وہ بھی پسند ہے۔ چناں چہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُزْهِدٌ.

’’انسانوں میں سب سے زیادہ افضل وہ مومن ہے جو غریب ہے۔‘‘

یعنی وہ بندہ جس کا رزق دنیا میں اللہ نے کم رکھا ہو اور وہ اس کے اوپر راضی ہو جائے۔ وہ غریب انسان جس کو اللہ نے غربت میں رکھا اور وہ اس پر اللہ سے

راضی ہے، فرمایا یہ انسانوں میں سب سے زیادہ افضل ہے۔

علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص اس دنیا میں اللہ العزت سے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے تھوڑے عملوں پر راضی ہو جائیں گے۔

اور بعض نے کہا کہ جب کوئی غریب یا فقیر آدمی جنت میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ امیروں کی نسبت اسے پانچ سو سالوں پہلے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اور علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ انسان کہ جو غریب بھی ہو نیک بھی ہو ایسا انسان جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو رزق کم ملنے پر اس طرح معذرت کریں گے جس طرح کوئی دوست اپنے دوست کو کوئی چیز نہ دینے پر معذرت کر لیا کرتا ہے۔

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الزهد قليل الرغبة في الدنيا و المزهد قليل المال.

''زاہد وہ ہے کہ جس کی دنیا میں رغبت تھوڑی ہو اور مزہد وہ ہے جس کے پاس مال تھوڑا ہو۔''

زہد علماء کی شان ہے

ایک اعرابی نے بصرہ کے لوگوں سے سوال پوچھا:

من سيد كم.

''تمہارا سردار، تمہارا بڑا عالم کون ہے؟''

تو انہوں نے کہا: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ تابعین میں سے تھے اور بڑی شان تھی۔ بخاری شریف کے روایت میں ان کا نام بھی شامل ہے اور سہروردیہ، چشتیہ اور قادریہ تینوں سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے آگے چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھ کر درس دیتے ہیں۔ انہوں نے سب کے درس بند کروا دیے۔ حسن بصریؒ کو فرمایا کہ حسن! تم درس دیا کرو۔ اتنے جلیل القدر صحابی نے جس کو درس دینے پر تعینات کیا، یہ وہ تابعی ہیں۔ ان کے بارے میں کہا گیا کہ وہ بصرہ کے سردار ہیں۔ اعرابی نے پوچھا:

بم سادکم.

''وہ تمہارے سردار کس طرح بنے؟''

لوگوں نے کہا:

احتاج الناس الیٰ علمہٖ واستغنیٰ ھو عن دنیاھم.

''لوگ ان کے علم کے محتاج اور انہوں نے لوگوں کی دنیا سے استغنا کیا۔''

اس لیے وہ سب کے سردار بن گئے۔ تو علماء کو چاہیے کہ ان کی یہی شان ہو کہ لوگ تو ان کے علم کے محتاج ہوں اور ان کی نظر لوگوں کے مال پر نہ ہو، ان کی نظر اللہ کے فضل پر ہو، وہ جو کریں اللہ کی رضا کے لیے کریں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

ادرکت اقواماً لا یفرحون بشیءٍ من الدنیا اوتوہ ولا یاسفون علیٰ شیءٍ منہا فاتہم ولقد کانت الدنیا اھون علیہم من التراب الذی یمشون علیہ.

''میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا (صحابہ کی جماعت کو) کہ جب ان کو دنیا ملتی تھی تو وہ اس کے اوپر خوشیاں نہیں مناتے تھے (جو خلافِ شرع ہوں) اور اگر ان سے دنیا چلی جاتی تھی تو اس کے اوپر افسوس نہیں کرتے (ڈپریشن میں نہیں جاتے) تھے۔ دنیا کی حقیقت ان کے نزدیک مٹی کی مانند تھی جس کے اوپر انسان چل رہا ہوتا ہے۔''

زاہدین اور عارفین

حارث محاسبیؒ زہد کے بارے میں فرماتے ہیں:

ترک الدنیا مع ذکرھا صفۃ الزاھدین.

''جو بندہ دنیا کے تذکرے تو کرے مگر دل میں دنیا کی محبت نہ ہو یہ بندہ زاہدین میں شامل ہے۔''

وترکھا مع نسیانہا صفۃ العارفین.

''اور جس کا دل بھی کٹا ہوا اور زبان پر تذکرہ ہی نہ ہو یہ

عارفین کی شان ہوتی ہے۔"

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا خطاب

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب مصر تشریف لے گئے تو انہوں نے وہاں جمعہ کا خطبہ دیا اور خطبے میں انہوں نے فرمایا:

ما ابعد هديكم من هدى نبيكم اما هو فكان ازهد الناس فى الدنيا وانتم فارغب الناس فيها.

"لوگو! آج تماری سیرت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے کتنی بعید ہوگئی کہ نبی علیہ السلام تو دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ زاہد تھے، اور تم دنیا میں سب سے زیادہ رغبت کرنے والے لوگ ہو۔"

تو دنیا سے رغبت رکھنے والا اللہ سے دور ہے اور دنیا سے کٹ کر اللہ کی طرف دل کو متوجہ رکھنے والا انسا اللہ کے قریب ہے۔

زہد پیدا کرنے والے اسباب

چند اسباب ہیں جن سے انسان کے دل میں زہد پیدا ہوتا ہے۔

(۱...... دنیا کی بے ثباتی پر غور کرنا

النظر فى الدنيا وسرعة زوالها وفناءها.

"دنیا کے زوال اور اس کے فانی ہونے کو پیشِ نظر رکھنا۔"

انسان سوچے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے اور یہ کتنی جلدی انسان سے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ڈھلتی چھاؤں ہے۔ اس کا کیا بھروسہ۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دنیا میں دیکھا۔ رات کو امیر ہیں صبح کو فقیر ہیں، رات کو وزیر ہیں صبح کو اسیر ہیں۔

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

دنیا کے مال پر انسان کیا بھروسہ کرے۔ جو نعمتیں بھی ہمارے پاس ہیں ہمیشہ کے لیے نہیں ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ لے لی جائیں گی۔ یہ کارخانے، یہ زراعتیں، یہ دکانیں، یہ تمام چیزیں جن میں آج ہم زندگی گزارتے پھر رہے ہیں، یہ تمام چیزیں چھوڑ کر بالآخر ہر کسی کو جانا پڑتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ آئے اور انہوں نے اپنی جنتیں سجائیں۔ نمرود نے جنت سجائی اور آخر چھوڑ کر چلا گیا۔ مصر کے بادشاہ نے اہرامِ مصر بنوائے چھوڑ کر چلے گئے۔ تو دنیا کے زوال پر نظر کرے کہ اس ڈھلتی چھاؤں کی خاطر میں اپنے اللہ کو کیوں ناراض کروں؟

(۲......آخرت کی نعمتوں کو سوچنا

النظر فی الأخرۃ ودوامھا وبقائھا.

”آخرت کی جو نعمتیں ہیں ان کے دوام اور بقا کو سوچے۔“

سوچے کہ آخرت کی نعمتیں کتنی بڑی ہیں کہ اگر زمین و آسمان کے درمیان کو رائی کے دانوں سے بھر دیا جائے، ایک پرندہ ہزار سال کے بعد آئے اور ایک دانہ کھائے، پھر ہزار سال کے بعد آئے دوسرا دانہ کھائے، ایک وقت

آئے گا کہ کبھی نہ کبھی زمین و آسمان کے درمیان والے ختم ہو جائیں گے، آخرت کی زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ تو جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں اپنا ٹھکانہ بنانے کی فکر کرے گا۔

(۳...... موت کو اکثر یاد کرنا

الاکثار من ذکر الموت.

''موت کو کثرت سے یاد کرنا۔''

موت کو کثرت سے یاد کریں تو اس سے بھی انسان کے اندر زہد آتا ہے۔ کیوں کہ جب پتہ ہے کہ ہم نے دنیا کو بالآخر چھوڑ ہی دینا ہے تو جو کچھ انسان کے پاس موجود ہے اسی پر قناعت کرے گا اور دنیا کی لذات وخواہشات میں نہیں پڑے گا۔

(۴...... جنازوں میں شرکت کرنا

تتبیع الجنائز.

''جنازوں کے پیچھے چلنا۔''

مرنے والوں کے جنازوں میں شرکت کرنا باعثِ اجر وثواب تو ہے ہی لیکن اس سے بندے پر ایک ایسی کیفیت آتی ہے کہ بندے کو اپنی عاقبت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ جس طرح ہمارا یہ بھائی سب کچھ چھوڑ چھاڑ اپنی اصل منزل پر چلا گیا ہمیں بھی سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے چلے جانا ہے۔ تو ہم کیوں دنیا میں اپنا دل لگائیں؟

(۵......کثرت سے ذکر کرنا

اعمار الاوقات بالذکر.

''ہر وقت ذکر کے ساتھ وقت گزارنا۔''

کثرت ذکر سے بھی زہد آتا ہے۔ کیوں کہ ذکر کی کثرت کرنے سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے، شہوات میں اعتدال آتا ہے اور حرص اور ہوائے نفس کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ چناں چہ بندے کا دل دنیا سے بے طمع ہونے لگتا ہے۔

(۶......دین کو دنیا پر ترجیح دینا

ایثار المصالح الدینیة علی المصالح الدنیویة.

''دنیا کے فائدوں پر دینی فائدوں کو ترجیح دینا۔''

جب انسان یہ ارادہ کرلیتا ہے کہ ہم نے ہر حال میں دین کو دنیا پر ترجیح دینی ہے تو اس سے بھی بندے کے اندر زہد پیدا ہوتا ہے۔

(۷......اللہ کے راستے میں خرچ کرنا

الانفاق و کثرة الصدقات.

''اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور صدقات کی کثرت کرنا۔''

اللہ کے راستے میں کثرت سے مال خرچ کرتے رہنے سے بھی دل میں زہد پیدا ہوتا ہے۔

ایک نوجوان کسی بزرگ کے پاس آیا اور کہنے لگا: حضرت! مرنے سے

بڑا ڈر لگتا ہے ۔فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ کہنے لگا: جی حضرت!۔ بھئی! تم اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا کرو اور اللہ سے دعا مانگا کرو ۔وہ چلا گیا اور اللہ کے راستے میں خرچ کرتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد پھر ملا۔ حضرت پوچھا: ہاں بھئی! سناؤ کیا حال ہے؟ کہنے لگا: حضرت! عجیب بات ہے، اب تو مرنے کو جی کرتا ہے۔ ایسے کیوں ہوا؟ انہوں نے فرمایا: بات یہ ہے کہ جہاں انسان کا سرمایہ ہوتا ہے، انسان کا دل وہیں لگتا ہے۔ پہلے تم نے آخرت کی تیاری نہیں کی تھی، آخرت میں کچھ بھیجا نہیں تھا تو آگے جانے سے ڈر لگتا تھا۔ جب تم نے مال خرچ کیا اور آگے جانے کا سرمایہ بن گیا تو اب تمہارا ابھی وہیں جانے کو دل کرتا ہے۔

تو یہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا زہد پیدا کرنے کے لیے ایک کارگر نسخہ ہے۔

(۸......دنیا کی مجلسوں کو چھوڑ کر وعظ و نصیحت کی محفلوں کو اختیار کرنا

ترک مجالس اهل الدنيا والا شتغال بمجالس الآخرة.

''دنیا کی مجالس کو چھوڑنا اور آخرت کی مجالس کو اختیار کرنا۔''

دنیا کی جو زیب و زینت والی مجالس ہیں ان کو چھوڑے اور آخرت والی جو وعظ و نصیحت والی محفلیں ہیں ان کو اختیار کرے۔ کیوں کہ قدرتی طور پر انسان کا دل ایسا ہوتا ہے کہ جس ماحول میں اور جس قسم کے لوگوں میں رہتا ہے ان کے اثرات ضرور قبول کرتا ہے۔ چنانچہ دل سے دنیا کی محبت اور ہوس کو نکالنے کے لیے دنیاداروں کی مجلس سے دوری اختیار کرنا اور نیک لوگوں کی مجلس میں آنا ضروری ہے۔

(۹.....قلتِ طعام اور نوم کو اختیار کرنا اور ہنسی مزاح سے بچنا

فرمایا:

الاقلال من الطعام والنوم والضحک والمزاح.

''ہنسی مذاق اور دنیا میں زیادہ کھانے اور سونے سے
انسان اپنے آپ کو بچائے۔''

زیادہ ہنسی مزاح سے اور کھانے پینے سے دل میں ایک طرح کی غفلت پیدا ہوتی ہے۔ چناں چہ انسان دنیا کی لذات کا خوگر ہو کر اپنی عاقبت کو بھول جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ زیادہ ہنسی مذاق، ڈٹ کر کھانے اور خوب سونے کی عادات کو ترک کیا جائے۔

(۱۰...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر کی سیرت کا مطالعہ کرنا

**مطالعہ سیرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصحابہ
واخبار الزاھدین.**

''حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم
اور زاہدین کی سیرت کا مطالعہ کرنا۔''

اکابر کے حالات زندگی کا مطالعہ بھی انسان کے اندر زہد پیدا کرتا ہے۔ کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور تمام صحابہ اور مشائخ کی زندگیاں زہد فی الدنیا سے بھری ہوئی تھیں۔ لہٰذا ان کی زندگیوں کا مطالعہ ہمارے دل میں وہی شوق اور ذوق پیدا کر دے گا۔

زاہدین کی پانچ علامات

حضرت سریؒ فرماتے ہیں:

خمسٌ من اخلاق الزهاد.

جو زاہدین ہوتے ہیں ان کے پانچ اخلاق ہوتے ہیں۔ پانچ طور طریقے یا علامات ہوتی ہیں۔

(۱) الشكر على الحلال.

''حلال ملتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں۔''

(۲) والصبر عن الحرام.

''اور حرام ملتا ہے تو صبر کرتے ہیں''۔ (اس کے قریب بھی نہیں جاتے)

(۳) ولا يبالى متٰى مات.

''اور ان کو پروا نہیں ہوتی کہ کس جگہ پر موت آئے۔''

(۴) ولا يبالى من اكل الدنيا.

''اور ان کو یہ بھی پروا نہیں ہوتی کیا کھانے کو مل گیا۔''

مرغن غذا مل جائے تب بھی اللہ کا شکر، خشک روٹی مل جائے تب بھی اللہ کا شکر۔

(۵) ويكون الفقر والغنٰى عنده سواء.

''مال ہونا یا نہ ہونا ان کے نزدیک برابر ہوتا ہے۔''

ان کے معمولات متاثر نہیں ہوتے۔ تہجد اور باقی عبادات اسی طرح رہتی ہیں۔

اگر یہ علامات ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ انسان صحیح معنوں میں زاہد ہے۔

سب سے عقلمند انسان کون ہے؟

جو انسان زاہد ہوتا ہے صحیح معنوں میں وہی عقل مند ہوتا ہے۔ایک مرتبہ ایک بندے نے وصیت کی کہ جی میرا مال جو سب سے زیادہ توکل کرنے والے متوکلین ہیں ان میں تقسیم کیا جائے۔اب فقہا سے پوچھا گیا: جی! سب سے زیادہ توکل کرنے والے کون ہیں؟ لوگ حیران تھے کہ یہ کیا جواب دیتے ہیں۔فقہا نے کہا کہ جس مال کی وصیت کی گئی ہے وہ کسانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔پوچھا گیا: وہ کیوں! کہنے لگے کہ کسان سب سے زیادہ توکل کرنے والے ہیں کہ وہ بیج ڈال دیتے ہیں، پانی دے دیتے ہیں اس کے بعد ان کی نظریں اللہ پر ہوتی ہیں۔

کسان کی زندگی عجیب ہوتی ہے کہ زمین میں بیج تو ڈال دیتا ہے، پانی تو دے دیتا ہے لیکن پھل کے معاملے میں اب اللہ پر نظریں ہوتی ہیں۔سو قسم کی بیماریاں آسکتی ہیں، موسمی خرابیاں آسکتی ہیں، پھل اچھا بھی ہوسکتا ہے اور پھل ختم بھی ہوسکتا ہے۔تو انہوں نے کہا کہ کسان زیادہ توکل کرنے والے ہوتے ہیں، ان میں مال تقسیم کرنا چاہیے۔

پھر دوسرا سوال آیا کہ اگر کوئی بندہ وصیت کر کے مرے کہ میرا مال سب سے زیادہ عقل مند لوگوں میں تقسیم کیا جائے، عقلا میں تقسیم کیا جائے، تو فقہا نے جواب دیا کہ اگر اس نے یہ وصیت کی تو اس کا مال زاہدین میں تقسیم کیا

جائے گا۔اس لیے کہ ان سے بڑا عقلمند کوئی نہیں جو بڑی نعمت (آخرت کی) خاطر دنیا کی چھوٹی چیز کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

طوبیٰ للزاهدين في الدنيا والراغبين في الأخرة.

''مبارک ہو جو دنیا کے زاہد ہیں اور آخرت کی طرف راغب ہیں۔''

أُولٰئک قوم اتخذوا الارض بساطاً وترابها فراشاً وماءَ ها طيباً والكتاب شعارا والدعاء دثارا ورفضوا الدنيارفضًا.

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ نے زمین کو بچھونا بنادیا اور اس کی مٹی کو بستر بنادیا اور کتاب ان کا شعار بن گئی، دعا انکا اوڑھنے والا کپڑا بن گئی اور انہوں نے اللہ کی خاطر دنیا سے منہ موڑ لیا۔''

صحابہ کرام کے زیادہ اجر پانے کی وجہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو!

انتم اطول واكثر جهادا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم كانوا اعظم اجرا منكم.

”میں دیکھتا ہوں کہ تم صحابہ کرام سے زیادہ لمبی نمازیں
پڑھنے والے اور زیادہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے
والے ہو، لیکن وہ تم سے زیادہ اجر پانے والے تھے۔“

قاالو الم ”کہا: اس کی وجہ کیا ہے؟“

قال انهم كانوا ازهد فى الدنيا وارغب فى الاخرة.

”کہا: صحابہ وہ لوگ تھے کہ دنیا سے انہوں نے دل کو کاٹ
لیا تھا اور آخرت کے ساتھ جوڑ لیا تھا۔“

منھال بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ بحرین میں قریش کی ایک عورت تھی، وہ یہ کہا کرتی تھی:

لورات اعين الزاهدين ثواب ما اعد الله لاهل
الا عراض عن الدنيا لذابت انفسهم شوقا و
اشتياقا الى الموت لينالوا.

”اگر زاہدین کو پتہ چل جائے کہ ان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے
آخرت میں کیا نعمتیں تیار کر دی ہیں تو یہ شوق میں آکر
موت کی تمنا میں پگھلنے لگیں۔“

زاہد اللہ کا محبوب اور مخلوق کا بھی محبوب

ایک حدیث مبارکہ ہے جو آج کے اس پورے عنوان کا سبب بنی ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ازهد في الدنيا يحبك الله.

''تو زہد اختیار کر اللہ تم سے محبت فرمائیں گے۔''

سوچیے تو سہی کہ کیا زندگی کا حسن ہے کہ انسان ایسا بنے کہ اللہ اس سے محبت فرمائیں۔ آگے فرمایا:

وازهد فيما ايدى الناس يحبك الناس.

(سنن ابن ماجه: ۴۰۹۲)

''اور جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے ان سے تم زہد اختیار کرو لوگ تم سے محبت کرنے لگ جائیں۔''

اس امت کی صلاح کی بنیاد یقین اور زہد ہے

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده ﷺ: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أول صلاح هذه الأمة باليقين والزهد، وأول فسادها بالبخل والأمل. (رواه البيهقي في شعب الايمان)

''روایت ہے عمرو بن شعیب سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد شعیب سے، اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ: اس امت کی پہلی نیکی اور بہتری یقین اور زہد ہے اور اس کی پہلی خرابی بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو ہے۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ اس امت کی صلاح وفلاح اور اس کے کمالات وترقیات کی بنیاد اس کی دو صفتیں تھیں: ۱۔یقین اور ۲۔زہد، اور جب امت میں بگاڑ شروع ہوگا، تو سب سے پہلے یہ ہی دو صفتیں اس میں سے جائیں گی، اور ان کی ضد بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو آئے گی، اور اس کے بعد خرابیوں اور برائیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا، اور امت برابر گرتی ہی چلی جائے گی۔

شارحین نے جیسا کہ لکھا ہے: اس حدیث میں یقین سے مراد خاص اس حقیقت کا یقین ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ کسی کو ملتا ہے، اور جو اچھی یا بری حالت کسی پر آتی ہے وہ اللہ کی طرف سے اور اللہ کے فیصلہ سے آتی ہے۔اور زہد کا مطلب جیسا کہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا سے دل نہ لگایا جائے، اور اس کی ناپائیدار لذتوں اور راحتوں کو مطلوب ومقصود نہ بنایا جائے، اور اس یقین اور زہد کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے خاص ہو جانے کے بعد آدمی اللہ کے راستے میں اور اعلیٰ مقاصد کے لیے جان ومال خرچ کرنے میں بخل نہیں کرتا، یعنی صاحب یقین اور زاہد کے لیے کسی اچھے مقصد کے لیے اور اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کر دینا اور خطرات میں کود پڑنا آسان ہو جاتا ہے، اور یہی مومن کی ساری ترقیوں کی کنجی ہے۔اور جب مومن ان صفات سے خالی ہو جائے، یعنی بجائے اللہ پر یقین کے اس کا یقین اپنے مال پر ہو جائے، اور وہ سمجھنے لگے کہ اگر مال میرے پاس ہوگا تو زندگی اچھے گذرے گی، اور مال نہ ہوگا تو میں تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤں

گا، تو اس میں ضرور بخل پیدا ہو جائے گا، اور اسی طرح جب زہد کی صفت اس میں نہ رہے گی اور دنیا اس کی مطلوب و مقصود بن جائے گی تو اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ رہنے کی خواہش لازماً اس کے دل میں پیدا ہو جائے گی جس کو حدیث میں امل سے تعبیر کیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ بخل اور امل پیدا ہو جانے کے بعد مومن اپنے اصل مقام سے گرتا ہی چلا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی خاص غرض و غایت اور اس میں امت کے لیے خاص ہدایت یہ ہے کہ امت کی اصلاح و فلاح کے لیے ضروری ہے کہ اس میں یقین اور زہد کی صفات پیدا کرنے کی، اور ان ایمانی صفات کی حفاظت کی پوری فکر اور جدوجہد کی جائے، اور بخل اور امل (یعنی دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو) جیسی غیر ایمانی صفات سے اپنے قلوب کی حفاظت کی جائے، امت کی صلاح و فلاح اسی سے وابستہ ہے۔

زہد کیا ہے، اور کیا نہیں ہے

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللّٰه عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيمِ الْحَلَالِ وَلَا إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِمَّا فِي يَدَيِ اللّٰهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا

أُبْقِيَتْ لَكَ. (ترمذی وسنن ابن ماجه)

''حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دنیا کے بارے میں زہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی (جو خاص ایمانی صفت ہے) وہ حلال کو اپنے پر حرام کرنے اور اپنے مال کو برباد کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ زہد کا اصل معیار اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس اور تمہارے ہاتھ میں ہو، اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ تم کو اس پر ہو جو اللہ کے پاس اور اللہ کے قبضہ میں ہے، اور یہ کہ جب تم کو کوئی تکلیف اور ناخوش گواری پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی چاہت اور رغبت تمہارے دل میں زیادہ ہو بہ نسبت اس خواہش کے کہ وہ تکلیف اور ناگواری کی بات تم کو پیش ہی نہ آتی۔''

فائدہ

بہت سے لوگ ناواقفی سے زہد کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ آدمی دنیا کی ساری نعمتوں، راحتوں اور لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لے، نہ کبھی لذیذ کھانا کھائے، نہ ٹھنڈا پانی پیئے، نہ اچھا کپڑا پہنے، نہ کبھی اچھے نرم بستر پر سوئے، اور اگر کہیں سے کچھ آجائے، تو اس کو بھی اپنے پاس نہ رکھے، خواہ جلدی سے کہیں پھینک ہی دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اسی غلط خیالی کی اصلاح فرمائی

ہے، آپ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ زہد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے اپنی جن نعمتوں کا استعمال بندوں کے لیے حلال کیا ہے، آدمی ان کو اپنے اوپر حرام کر لے، اور اگر روپیہ پیسہ ہاتھ میں آئے تو اسے برباد کر دے، بلکہ زہد کا اصل معیار اور تقاضا یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اپنے پاس اور اپنے ہاتھ میں ہو اس کو فانی اور ناپائیدار یقین کرتے ہوئے اس پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرے، اور اس کے مقابلے میں اللہ کے غیر فانی غیبی خزانوں پر اور اس کے فضل پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرے اور دوسرا معیار اور دوسری علامت زہد کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب کوئی تکلیف اور مصیبت بندہ کو پہنچ جائے تو اس کے اُخروی اجر و ثواب کی چاہت اور رغبت اس کے دل میں اس مصیبت اور تکلیف کے نہ پہونچنے کی آرزو سے زیادہ ہو، یعنی بجائے اس کے کہ اس کا دل اس وقت یہ کہے کہ کاش یہ تکلیف مجھے نہ پہنچی ہوتی، اس کے دل کا احساس یہ ہو کہ آخرت میں مجھے اس تکلیف کا جو اجر و ثواب ملے گا، انشاء اللہ وہ تکلیف نہ پہونچنے کے مقابلے میں میرے لیے ہزاروں درجہ بہتر ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ آدمی کا یہ حال جب ہی ہوسکتا ہے کہ اس کو عیشِ دنیا کے مقابلے میں عیشِ آخرت کی زیادہ فکر ہو۔ اور یہی زہد کی اصل و اساس ہے۔

اس حدیث سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ بندوں کو اس دنیا میں عافیت اور راحت کے بجائے تکلیف اور مصیبت کی تمنا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کرنی چاہیے! دوسری حدیثوں میں اس سے صریح ممانعت آئی ہے، اور صحیح روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت اور خیریت ہی کی دعا اور استدعا کیا کرو (سلو اللہ العافیۃ) اور خود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول و دستور تھا، پس حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ بندہ اس دنیا میں مصائب اور تکالیف کی دعا یا تمنا کرے، بلکہ اس کا مطلب و مدعا صرف یہ ہے کہ جب اللہ کے حکم سے کوئی مصیبت یا تکلیف کا جو اجر و ثواب آخرت میں ملنے والا ہے وہ اس کو اس کے نہ پہونچنے سے زیادہ محبوب و مرغوب ہو ان دونوں باتوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

اچھا لباس زہد میں رکاوٹ نہیں

کئی مرتبہ دیکھا یہ گیا کہ ایک بندے کو اللہ نے مال بھی دیا ہوتا ہے مگر وہ پھر بھی یہ چاہتا ہے کہ میں تو پیوند لگا کر کپڑے پہنوں...... یہ مسئلہ بھی واضح ہو جائے...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سنتیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیوند لگا کپڑا پہنا، اس لیے یہ بھی سنت ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی یمنی چادر بھی پہنی پھر اتار کر اللہ کے راستے میں صدقہ کر دی تو قیمتی لباس پہننا بھی سنت ہے۔ شریعت کا حسن یہ ہے کہ اللہ نے امیر اور غریب دونوں کے لیے شریعت پر چلنا آسان کر دیا ہے۔ جو غریب ہے وہ پیوند لگا کپڑا پہن کر سنت کا ثواب پائے اور جس کو اللہ نے امارت دی وہ اچھے کپڑے پہن کر سنت کا ثواب پائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو امیر کہتا کہ یہ کیسا دین ہے کہ میرے پاس مال ہے لیکن مجھے کہتے ہیں کہ پیوند لگے کپڑے پہنو۔ اسی طرح غریب کہتا کہ کیسا دین ہے کہ میں روٹی نہیں کھا سکتا اور مجھے کہتے ہیں کہ قیمتی لباس پہنو، میں کیسے پہنوں؟ تو یہ شریعت کا حسن ہے۔ جو جس حال میں ہو وہ اسی سنت کا لحاظ کرے۔

سال میں 365 لباس

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے۔ ان کو ایک شخص نے کہا: حضرت! مہربانی فرمائیں، آپ میرا ہدیہ کبھی نہ روکیں۔ حضرت نے وعدہ کرلیا۔ اب وہ ہر دن آپ کو نیا لباس بنوا کر دیتا تھا۔ آپ پرانا صدقہ کر دیتے تھے، اور نیا لباس پہن لیتے تھے۔ سال کے ۳۶۵ لباس ان کو ملا کرتے تھے اور آپ ۳۶۵ لباس بدلا کرتے تھے۔ پھر بھی زاہد تھے۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری بیوی نے ایک بہت عقل کی بات سمجھائی۔ میں پیوند لگا کر کپڑے پہنتا تھا۔ ایک دفعہ میری بیوی کہنے لگی کہ یہ تو آپ اپنے مریدوں سے خاموش سوال کرتے ہیں۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟ کہنے لگی: آپ کے پیوند لگے کپڑوں کو دیکھ کر وہ کہتے ہوں گے، پیر کے پاس کچھ ہے نہیں تو چلو کچھ ہدیہ دینا چاہیے۔ تو اس کے بعد میں نے ہمیشہ اچھے کپڑے پہننے شروع کر دیے۔

اللہ تعالیٰ زینت کو پسند فرماتے ہیں

ان اللہ تعالٰی یُحِبُّ اَنْ یَّرٰی اَثَرَ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ. (سنن الترمذی : ۲۷۴۴)

''اللہ تعالیٰ بندے پر اپنی نعمتوں کا اثر دیکھنا پسند کرتے ہیں۔''

اگر اللہ نے نعمتیں دی ہیں تو انسان شکر ادا کرے اور ان نعمتوں کو استعمال کر کے خوشی کا اظہار کرے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

ان اللہ تعالٰی یُحِبُّ الْعَبْدَ اَنْ تَتَزَیَّنَ لِاِخْوَانِہٖ اِذَا خَرَجَ اِلَیْھِمْ.

"اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جب وہ اپنے بھائی کے پاس آئے تو متزین ہو کر آئے۔"

یہ کہاں لکھا ہے کہ تم نہ اپنا چہرہ دھوؤ، نہ بال ٹھیک کرو، نہ کپڑے مناسب ہوں، پسینے کی بو آ رہی ہو اور مہمانوں کو ملنے کے لیے آ جاؤ۔ نہیں! یہ زہد نہیں ہے۔ یہ تو بیوقوفی ہے۔ زہد یہ ہے کہ دل میں دنیا سے تعلق نہ ہو۔ مجلس میں اگر بیٹھنا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتے ہیں کہ مجلس میں تم صاف ستھرے مزین ہو کر آؤ۔ اسی لیے تو فرمایا:

خذوا زینتکم عند کل مسجدٍ. (الاعراف: ۳۱)

"مسجد میں زیب و زینت اختیار کر کے آؤ۔"

اس کا مطلب یہ تھوڑا ہے کہ دکھاوا کر کے آؤ، جو موجود ہے، صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر آؤ۔ تا کہ تم مجلس کی رونق بن سکو۔

مال و دولت کے باوجود انسان زاہد ہو سکتا ہے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

اَیَکُوْنُ الْاِنْسَانُ ذَا مَالٍ وَّ ھُوَ زَاھِدٌ؟

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان کے پاس مال پیسہ بھی ہو اور زاہد بھی ہو؟"

پوچھنے والے نے بہت خوبصورت سوال پوچھا:

قَالَ نَعَمْ اِنْ كَانَ لَا يَفْرَحُ بِزِيَادَتِهِ وَلَا يَحْزَنُ بِنُقْصَانِهِ.

''فرمایا: ہاں اگر وہ زیادتی پر خوش نہ ہو اور کمی پر غمگین نہ ہو۔''

مال میں اگر اللہ تعالیٰ زیادتی کر دیتے ہیں تو وہ خلاف شرع اس پر تعجب نہیں کرتا، بڑے بول نہیں بولتا اور اگر کمی ہوتی ہے تو وہ ڈپریشن کی وجہ سے نمازوں کو نہیں چھوڑتا۔ تو اس کا مطلب ہے کہ مال کے باوجود اللہ نے اس کو زہد عطا کیا ہے۔ اگرچہ کروڑ پتی بھی ہو مگر زاہد بھی ہوگا۔ اس کی جیب میں ہے مال اس کے دل میں نہیں ہے۔ جب مال دل میں آجاتا ہے تب نقصان دیتا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کشتی کے تیرنے کے لیے پانی ضروری ہے۔ پانی نہ ہوگا تو کشتی ریت پر تو نہیں تیر سکتی۔ تو کشتی کے لیے پانی ضروری ہے۔ مگر پانی تب فائدہ دیتا ہے جب پانی کشتی سے نیچے ہو کہ کشتی اس میں تیرتی رہے اور اگر وہ پانی کشتی کے اندر بھر جائے تو کشتی کے ڈوبنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح مال انسان کے ایمان کے لیے اس دنیا میں ڈھال ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كاد الفقر ان يكون كفراً. (شعب الايمان البيهقی)

''قریب ہے کہ تنگدستی تجھے کفر تک پہنچا دے۔''

جب پیسے کی ضرورت ہوتی ہے، قرضے چڑھ جاتے ہیں تو پھر انسان ناامیدی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ پھر انسان کفر کی باتیں زبان سے نکالتا ہے۔ اس لیے مال آج کے دور میں انسان کے لیے ڈھال ہے۔ لیکن یہ جیب میں ہونا چاہیے دل میں نہیں ہونا چاہیے۔ اگر دل میں آجائے تو انسان مال کی پوجا

کرنے لگتا ہے اور اللہ رب العزت کی عبادت کرنے کے بجائے مال کمانے میں دن رات لگا رہتا ہے۔ شریعت نے اس چیز کو ناپسند کیا۔

بادشاہت میں بھی زہد

پھر وہ فرماتے ہیں کہ:

هٰذَا دَاوٗدُ وَسُلَیْمَانُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَدْ مَلِكَا الدُّنْیَا وَكَانَ عِنْدَاللّٰهِ مِنَ الزَّاهِدِیْنَ .

”سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام دنیا کے بادشاہ تھے مگران کا نام اللہ کے ہاں زاہدین میں شامل تھا۔“

تو کیسی بات ہے کہ دنیا کے بادشاہ بھی ہیں اور زاہدین میں بھی شامل ہیں۔

نعمتوں کی ریل پیل میں بھی بندہ زاہد

اس لیے امام ابوالعزائم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تَزَوَّجْ اَجْمَلَ النِّسَاءِ وَافْرِشْ اَفْخَرَ الْفِرَاشِ وَكُلْ اِشْهَى الطَّعَامِ وَاشْرَبْ اَشْهَى الشَّرَابَ هٰذَا لَا یُؤَثِّرُ فِیْ زُهْدِكَ عِنْدَاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

تم سب سے زیادہ خوبصورت عورتوں سے نکاح کرو، تم نرم ترین بستروں پر رات کو سوؤ، لذیذ کھانے کھاؤ اور بہت ذائقے دار مشروب پیو، اللہ کے ہاں یہ تمہارے زہد میں کمی کا باعث نہیں ہوتا۔“

کیوں کہ ان چیزوں سے زہد وابستہ نہیں ہے، زہد اس سے وابستہ ہے کہ دل ان چیزوں میں کتنا لگا ہوا ہے۔ اگر دل اللہ کی طرف متوجہ ہے اور دل ہر کام شریعت کے مطابق کرنے کے لیے تیار تو پھر مال کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے انسان کے پاس مال ہے ہی نہیں۔

زہد دنیا کو چھوڑنا نہیں، ماسوی اللہ کو چھوڑنا ہے

حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لیس الزھد ترک الدنیا انما الزھد ان یزھد فی کل ماسوی اللّٰه.

''زہد دنیا کو چھوڑنا نہیں بلکہ اللہ کا جو ماسویٰ اس کو چھوڑنا ہے۔''

جو چیز بھی بندے کو اللہ رب العزت سے دور کردیتی ہے اس کو چھوڑ دے، چاہے وہ مال ہے، چاہے وہ زراعت ہے، کاروبار ہے، بیوی ہے، یا کوئی اور چیز ہے۔ جو چیز بھی اللہ سے غافل کرتی ہے اس کو چھوڑنا اور اللہ سے واصل ہونا، یہ انسان کے لیے ضروری ہے۔

چنانچہ ذرا غور کیجئے!

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں فقیر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پوری زندگی زکوۃ فرض نہیں ہوئی۔ مال جمع ہی نہیں کیا۔ آیا اور خرچ کردیا......آیا اور خرچ کردیا۔ زکوۃ تو تب فرض ہو، جب نصاب کے برابر مال پورا سال رہے۔ تو رکھا ہی کچھ نہیں آپ نے۔ زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے فقیر تھے مگر ان کا نام زاہدین میں شامل۔

اور دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھیں اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھیں، امیر لوگ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تو تجارتی مال کے سینکڑوں اونٹوں کے قافلے چلا کرتے تھے۔ مگر اتنے مال کے باوجود ان کا نام زاہدین میں شامل ہے۔

☆......سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مثال دیکھیے: وہ نکاح کرتے تھے پھر طلاق دے دیتے تھے، پھر اور نکاح کرتے تھے پھر طلاق دے دیتے تھے، پھر نکاح کرتے تھے۔ تو عورتوں سے نکاح کرنے میں وہ اپنی مثال آپ ہیں، کسی دوسرے کی مثال ایسی نہیں۔ اتنی عورتوں سے نکاح کیا مگر ایک وقت میں چار یا اس سے کم بیویاں ہوتی تھیں۔ لیکن ان کا نام زاہدین میں شامل۔

اور دوسری طرف عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیے۔ جب ان کو خلافت ملی تو انہوں نے اپنی بیوی سے اجازت لے لی کہ اب میں اللہ رب العزت کی مخلوق کے کاموں میں مصروف ہو گیا ہوں تو میں تیرا حق ادا نہیں کر سکوں گا، تو مجھے معاف کر دے! تو ایک بیوی سے بھی حق معاف کروا لیا۔ یہ بھی زاہدین میں شامل، وہ بھی زاہدین میں شامل۔

☆......سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے تو بعض اوقات اتنے مصروف ہوتے تھے کہ فرماتے تھے کہ میں نماز کی حالت میں فوجیوں کی صفوں کو درست کیا کرتا تھا۔ مصروفیت اتنی تھی مگر ان کا نام زاہدین میں شامل۔

تو معلوم ہوا کہ مال کم ہونا یا مال زیادہ ہونا، عورت سے نکاح کرنا یا نہ کرنا، ان چیزوں کا نام زہد نہیں ہے۔ زہد یہ ہے کہ انسان جس حال میں بھی ہو

اس کا دل دنیا سے کٹا ہوا اور اپنے اللہ سے جڑا ہو۔ اسی لیے فرمایا:

الزهد الذى رفض الدنيا لحب الله عزوجل.

''زاہد وہ ہے جو اللہ کی خاطر دنیا سے الگ ہو جائے۔''

حصولِ زہد کی دعا

ایک دعا ہے۔ یاد کر کے اس کو مانگیں گے تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ زہد عطا فرمائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَادِیْ. وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَّ اجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ. (صحیح المسلم)

اللہ رب العزت ہمیں بھی ایسا دل عطا کر دے جو دنیا کی رونقوں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اللہ رب العزت کی محبت کے لیے فکرمند ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ان چاہنے والوں میں شامل فرمائے (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

☆......☆......☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کا زُہد

واقعات کی روشنی میں

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

دنیا فانی اور آخرت غیر فانی، آخرت کے طالب بنو

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب دنیاہ اضر باٰخرتہٖ ومن احب اٰخرتہٗ اضر بدنیاہ فاثروا مایبقیٰ علی ما یبقیٰ.

(مسند احمد، شعب الایمان رواہ البیھقی)

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا، اور جو کوئی آخرت کو محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا، پس (جب دنیا و آخرت ناگزیر ہے، تو عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ) فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلہ میں، باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علیٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وسلّم، امّابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ إِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ أُمَتِّعْکُنَّ وَ أُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا. وَإِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْکُنَّ أَجْرًا عَظِیْمًا. (سورۃ الاحزاب: ۲۹)

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع (دنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ

کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالمِ آخرت کو تو تم میں
نیک کرداروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم تیار
کر رکھا ہے۔"

عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰھُمَّ أَحْیِنِی مِسْکِینًا وَأَمِتْنِی مِسْکِینًا
وَاحْشُرْنِی فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِینِ. (رواہ الترمذی)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ: اے اللہ!
مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا
سے اٹھا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "زہد" اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جو زہد پیدا ہوا، اُسکے کچھ واقعات بھی آج کی نشست میں سامنے لانے ہیں، تاکہ یہ دنیا کی محبت جسمیں ہم گرفتار ہیں اس میں کچھ کمی آئے اور آخرت کی طرف سے ہماری غفلت دور ہو۔

آیت کا شانِ نزول

سب سے پہلے آیت مبارکہ کا پس منظر سامنے لانا چاہتا ہوں۔ یہ سورۃ احزاب کی آیت مبارکہ ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ بنو قریظہ کے بعد خیبر کی فتوحات ہوئیں اور وہاں کی زمینیں وغیرہ مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ

لگیں جس سے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آسودہ حال ہو گئے۔ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو مالی وسعت اچھی خاصی حاصل ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو قدرۃً یہ خیال گذرا کہ اب عام مسلمان آسودہ حال ہو گئے ہیں اب ہمارے خرچ اور نفقہ میں بھی اضافہ اگر ہو جائے تو کچھ آرام وراحت کی زندگی بسر کر سکیں۔ سب نے اس خواہش کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور ذرا تقاضہ کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کی اذیّت کے لیے دنیا طلبی کی اتنی جھلک بھی بہت تھی۔ اس لیے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاق گذریں اور آپ نے قسم کھالی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائیں گے۔ مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں علیحدہ مقیم ہو گئے۔

واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے اُن کو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے دلچسپ اور پر اثر تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس بیان میں کچھ ابتدائی واقعات بھی آگئے ہیں جن سے اصل معاملہ پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں اور ایک انصاری (اوس بن خول یا عتبان بن مالک) ہمسایہ تھے اور معمول تھا کہ باری باری سے ایک دن بیچ دے کر ہم دونوں خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

کچھ رات گئی، میرے ہمسایہ انصاری باہر سے آئے اور بڑے زور سے دروازہ کھٹ کھٹایا، میں گھبرا کر اُٹھا اور دروازہ کھول کر پوچھا خیر ہے ؟انہوں نے کہا غضب ہوگیا۔ میں نے کہا کیا غسانی مدینہ پر چڑھ آئے بولے کہ نہیں، اس سے بڑھ کر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی۔ میں صبح مدینہ آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر بالا خانہ میں تنہا جا کر بیٹھ گئے۔ میں حفصہ کے پاس آیا تو دیکھا وہ بیٹھی رورہی ہے۔ میں نے کہا تجھ سے پہلے ہی کہا تھا۔ حفصہ کے پاس سے اُٹھ کر مسجدِ نبویؐ میں آیا، دیکھا تو صحابہ منبر کے پاس بیٹھے رورہے ہیں، میں اُن کے پاس بیٹھ گیا لیکن طبیعت کو سکون نہیں ہوتا تھا، اٹھ کر بالا خانہ کے پاس آیا اور رباح (خادم خاص) سے کہا اطلاع کرو ،لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ میں اُٹھ کر پھر مسجد میں آیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بے تاب ہوکر بالا خانہ کے نیچے آیا اور دربان سے دوبارہ اذن طلبی کی درخواست کی۔ جب کچھ جواب نہیں ملا تو میں نے پکار کر کہا رباح! میرے لیے اذن مانگ۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ میں حفصہ کی سفارش کرنے آیا ہوں، خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو میں حفصہ کی گردن اڑا دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھری چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں کسی جانور کی

کھال کھونٹی پر لٹک رہی تھی، میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب پوچھا۔ میں عرض کیا اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر وکسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہو کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر وکسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔''

میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں'' میں اللہ اکبر پکار اٹھا، پھر عرض کیا کہ مسجد میں تمام صحابہ مغموم بیٹھے ہیں، اجازت ہو تو جا کر خبر کر دوں کہ واقعہ غلط ہے، چوں کہ ایلاء کی مدت یعنی ایک ماہ گذر چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانہ سے اتر آئے اور عام بازیابی کی اجازت ہو گئی۔ اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا. وَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ. فَإِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا. (سورة الاحزاب: ۲۹)

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع (دنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے

ساتھ رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو
اور عالم آخرت کو تو تم میں نیک کرداروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے
اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

جن میں پہلے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حکم دیتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج سے صاف صاف کہہ دیں کہ دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرلیں۔ اگر دنیا کے عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دیجئے کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہوسکتا میں کچھ دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ تم کو رخصت کردوں یعنی شرعی طریقہ سے اپنے نکاح سے الگ کردوں اور اگر اللہ کی خوشی رسول کی رضامندی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب پسند ہیں تو صبر وسہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو اللہ تمہیں آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

ان آیات کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے۔ سب سے اوّل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں۔ تم جواب میں جلدی نہ کرنا۔ اپنے والد اور والدہ سے مشورہ کر کے جواب دینا پھر آپ نے یہ آیات پڑھکر سنائیں۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں والد اور والدہ سے مشورہ کرنے کی کونسی بات ہے۔ مجھے خدا پسند ہے اس کے رسول

پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ رضی اللہ عنہا

پھر جب حضور نے میرا جواب سنا تو آپ خوش ہو گئے اور ہنس دیئے۔ پھر آپ دوسری ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اُن سے پہلے ہی فرما دیتے تھے کہ عائشہ نے تو یہ جواب دیا ہے وہ کہتیں کہ وہی جواب ہمارا بھی ہے چنانچہ تمام ازواجِ مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کی مرضی اختیار کی اور دنیا کی عیش و عشرت کا تصور بھی دلوں سے نکال ڈالا۔

(تفسیر انوار البیان و درس قرآن ج ۸)

اپنے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فقر پسندی

عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰھُمَّ أَحْیِنِی مِسْکِینًا وَأَمِتْنِی مِسْکِینًا وَاحْشُرْنِی فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِینِ.(رواہ الترمذی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ: اے اللہ! مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اُٹھا، اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔''

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ پیشکش کی گئی، کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے مکہ کی وادی کو سونے سے بھر دیا جائے، تو

آپ نے عرض کیا کہ: نہیں میرے پروردگار! میں تو ایسی فقیرانہ زندگی چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانے کو ہو، اور ایک دن کھانے کو نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچ سمجھ کر اپنے لیے فقیرانہ زندگی کو پسند فرمایا تھا اور یہی آپ کی حقیقت شناس مبارک طبیعت کا بھی میلان تھا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کا جو مقام و منصب تھا، اور جو کارِ عظیم آپ سے متعلق تھا اس کے لیے یہ فقر و مسکنت کی زندگی ہی زیادہ مناسب و بہتر تھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ قناعت وطمانیت اور رضا وتسلیم نصیب فرمائے، تو بندوں کے لیے عام طور سے بھی دینی اور اُخروی نقطۂ نظر سے بہ نسبت دولتمندی کے فقر و ناداری کی زندگی ہی افضل اور بہتر ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا وَفِي رِوَايَةٍ كَفَافًا. (رواه صحيح البخاری)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: اے اللہ! محمد کے متعلقین کی روزی بس بقدر کفاف ہو۔“

فائدہ

اصل عربی زبان میں آل کا لفظ گھر والوں یعنی بیوی بچوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اور متبعین کے لیے بھی، لیکن اس دعا میں بظاہر آپ کی مراد

آپ کے گھر والے ہی ہیں، اسی لیے ہم نے اس کا ترجمہ متعلقین سے کیا ہے، قوت اور کفاف دونوں کا مطلب قریب قریب ہے کہ روزی بس اتنی ہو کہ زندگی کا نظام چلتا رہے، نہ اتنی تنگی ہو کہ فاقہ زدگی اور پریشان حالی کی وجہ سے اپنے متعلقہ کام بھی نہ انجام دیئے جاسکیں اور دستِ سوال کسی کے سامنے پھیلانا پڑے، اور نہ اتنی فراغت ہو کہ کل کے لیے بھی ذخیرہ رکھا جاسکے۔ احادیث وسیر کی شہادت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اسی طرح گذری۔

حضور ﷺ کی زندگی میں آپ کے گھر والوں نے کبھی دو دن جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا

عن عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(البخاری)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا، یہاں تک کہ حضور اس دنیا سے اٹھا لیے گئے۔“

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں ایسا نہیں

ہوا کہ آپ کے اہل و عیال نے دو دن متواتر جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کھائی ہو، اگر ایک دن پیٹ بھر کے کھایا تو دوسرے دن بھوکے رہے۔

عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْه أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ. (رواه البخاری)

''سعید مقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کا گذر کچھ لوگوں پر ہوا (جو کھانے پر بیٹھے تھے) اور اُن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی، اُن لوگوں نے مجھ سے بھی کھانے میں شریک ہونے کی استدعا کی، تو میں نے انکار کر دیا، اور بطور معذرت کہا کہ (میرے لیے اس کھانے میں کیا مزہ ہے، جب کہ مجھے معلوم ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے، کہ جو کی روٹی سے بھی آپ نے پیٹ نہیں بھرا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جو تکلیفیں اُٹھائیں وہ کسی نے بھی نہیں اُٹھائیں

عَنْ أَنَسٍ صلى الله عليه وسلم قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ.

(رواہ صحیح الترمذی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا، اور اللہ کے راستہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا، اور ایک دفعہ تیس دن اور تیس رات مجھ پر اس حال میں گذرے کہ میرے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اس کے جو بلال نے اپنی بغل میں دبا رکھا تھا۔''

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سبق دینے کے لیے یہ آپ بیتی سنائی، کہ دین کی دعوت اور اللہ کا پیغام پہونچانے کے سلسلہ میں مجھے ایسی ایسی مصیبتوں سے گذرنا پڑا ہے، دشمنوں نے مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا کہ میرے سوا کسی کو اتنا نہیں ڈرایا دھمکایا گیا، اور جب میں نے ان کی دھمکیوں کا اثر نہیں لیا، اور دین کی دعوت دیتا ہی رہا، تو ان ظالموں نے مجھے اتنا ستایا اور ایسی ایسی تکلیفیں

دیں کہ میرے سوا کسی کو ایسی تکلیفوں سے گذرنا نہیں پڑا، اور بھوک اور فاقہ کہ تکلیف بھی اتنی اٹھائی کہ ایک دفعہ پورے مہینہ کے تیس دن اور تیس رات اس حالت میں گذر گئے کہ کھانے کی کوئی چیز نہ تھی بجز اس کے کہ بلال نے اپنی بغل میں کچھ دبا رکھا تھا، پورے مہینہ مجھے اور بلال کو اسی پر گذارہ کرنا پڑا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جانے والی ایذاؤں کی جھلک

ابو طالب کی وفات کے چند ہی روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی وفات پائی، بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے ابو طالب سے پہلے انتقال کیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار اور غمگسار دونوں اُٹھ گئے۔ صحابہؓ خود اپنی حالت میں مُبتلا تھے، یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال کو عام الحزن (سال غم) فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رمضان ۱۰ھ نبوی میں وفات کی۔ اُن کی عمر ۶۵ برس کی تھی مقام حجون میں دفن کی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اُن کی قبر میں اُترے۔ اس وقت تک نمازِ جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔

ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اُٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا۔ اب وہ نہایت بے رحمی و بے باکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راہ میں جا رہے تھے

،ایک شقی نے آ کر فرقِ مبارک پر خاک ڈالدی، اُسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھوتی تھیں اور جوشِ محبت سے روتی جاتی تھیں ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جانِ پدر! رؤ نہیں خدا تیرے باپ کو بچالے گا۔

اسبابِ مذکورۂ بالا کی بنا پر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی اور چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ستائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجبور ہو کر تبلیغ اسلام سے دستبردار ہو جائیں۔ سوءِ اتفاق یہ کہ جو کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ تھے یعنی ابو جہل ،ابولہب ،اسود بن عبدیغوث، ولید بن مغیرہ، امیّہ بن خلف، نضر بن حارث، منبہ بن حجاج، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص، سب قریش کے سربرآوردہ رؤسا تھے اور یہی سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے ،نماز پڑھتے وقت ہنسی اُڑاتے ،سجدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر اوجھڑی لا کر ڈال دیتے، گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچتے کہ گردنِ مبارک میں بدھیاں پڑ جاتیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اثر کو دیکھ کر لوگ جادوگر کہتے۔ دعوائے نبوت کو سُن کر مجنون کہتے ،باہر نکلتے تو شریر لڑکے پیچھے پیچھے غول باندھ کر چلتے۔ نماز جماعت میں قرآن زور سے پڑھتے تو قرآن، قرآن کے لانے والے (رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم) اور قرآن اتارنے والے (خدا) کو گالیاں دیتے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز پڑھ رہے تھے، روسائے قریش بھی موجود تھے۔ ابو جہل نے کہا کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھڑی نجاست سمیت اٹھالاتا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ میں جاتے تو اُن کی گردن پر ڈال دیتا۔ عقبہ نے کہا "یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں"۔ چنانچہ اوجھڑی لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر ڈال دی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کسی نے جاکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی۔ وہ اگر چہ اُس وقت صرف پانچ چھ برس کی تھیں لیکن جوشِ محبت سے دوڑیں آئیں اور اوجھڑی ہٹا کر عقبہ کو بُرا بھلا کہا اور بددُعائیں دیں۔

طائف والوں کا رویہ بھی کسی سے کم نہ تھا

اہل مکہ سے تو قطعی ناامیدی تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ طائف تشریف لے جائیں اور وہاں دعوت اسلام فرمائیں۔ طائف میں بڑے بڑے امراء اور اربابِ اثر رہتے تھے، ان میں عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا یہ تین بھائی تھے، عبد یالیل، مسعود، حبیب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی، ان تینوں نے جو جواب دیئے وہ نہایت عبرت انگیز تھے۔ ایک نے کہا:

"اگر تجھ کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے۔"

دوسرے نے کہا خدا کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملتا تھا"۔ تیسرے نے کہا:

”میں بہر حال تجھ سے بات نہیں کر سکتا تو اگر سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلافِ ادب ہے اور جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل نہیں۔“

ان بدبختوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، طائف کے بازاریوں کو اُبھار دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اُڑائیں، شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ یہ مجمع دورویہ صف باندھ کر کھڑا ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر پتھر مارنے شروع کئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چور ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو تھام کر کھڑا کر دیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر چلنے لگتے تو پتھر برساتے، ساتھ ساتھ گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے جاتے۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باغ میں انگور کی ٹٹیوں میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا جو باوجود کفر کے شریف الطبع اور نیک نفس تھا۔ اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے غلام کے ہاتھ جس کا نام عدّاس تھا، انگور کا خوشہ ایک تشتری میں رکھ کر بھیجا۔ اس سفر میں حضرت زید بن حارثہ بھی ساتھ تھے۔ (از سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ا)

دو دو مہینے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چولہا ٹھنڈا رہتا تھا

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَارٌ فَقُلْتُ یَا خَالَۃُ مَا کَانَ
یُعِیشُکُمْ قَالَتْ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنَّہُ قَدْ کَانَ
لِرَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِیرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ
کَانَتْ لَھُمْ مَنَائِحُ وَکَانُوا یَمْنَحُونَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِھِمْ فَیَسْقِینَا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عروہ سے فرمایا: میرے بھانجے! ہم (اہلبیت نبوت اس طرح گذارہ کرتے تھے، کہ) کبھی کبھی لگا تار تین تین چاند دیکھ لیتے تھے (یعنی کامل دو مہینے گذر جاتے تھے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں چولھا گرم نہ ہوتا تھا (عروہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: بس کھجور کے دانے اور پانی (ان ہی پر ہم جیتے تھے)۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض انصاری پڑوسی تھے، ان کے ہاں دودھ دینے والے جانور تھے، وہ آپ کے لیے دودھ بطور ہدیہ کے بھیجا کرتے تھے، اور اس میں سے آپ ہم کو بھی دے دیتے تھے۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ تنگی اور ناداری اس قدر تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

گھر والوں پر دو دو مہینے ایسے گزر جاتے تھے کہ کسی قسم کا اناج، بلکہ پکنے والی کوئی چیز بھی گھر میں نہیں آتی تھی، جس کی وجہ سے چولھا جلانے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی، بس کھجور اور پانی پر دن کاٹے جاتے تھے، یا کبھی پڑوس کے کسی گھر سے حضورا کے لیے دودھ آتا، تو وہ پیٹوں میں پہنچتا تھا، باقی بس اللہ کا نام۔

ایک دفعہ ایک شخص خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا کہ سخت بھوکا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں کہلا بھیجا کہ کچھ کھانے کو بھیج دو، جواب آیا گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے گھر کہلا بھیجا' وہاں سے بھی یہی جواب آیا، مختصراً یہ کہ آٹھ نو گھروں میں سے کہیں پانی کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم کو کپڑے سے کس کر باندھا ہے، سبب پوچھا تو حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور بھوک کی وجہ سے بار بار کروٹیں بدلتے ہیں۔

ایک دفعہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ پتھر بندھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم کھولا تو ایک کے بجائے دو دو پتھر تھے۔

اکثر بھوک کی وجہ سے آواز اس قدر کمزور ہو جاتی تھی کہ صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سمجھ جاتے تھے، ایک دن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں آئے اور بیوی سے کہا کہ کچھ کھانے کو ہے، میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ان کی آواز کمزور ہوگئی ہے۔

ایک دن بھوک میں ٹھیک دوپہر کے وقت گھر سے نکلے راہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں ملے یہ دونوں صاحب بھی بھوک سے بیتاب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو لے کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آئے ان کا معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دودھ مہیا رکھتے تھے، آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے میں دیر ہوئی تو انہوں نے بچوں کو کھلا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے گھر پہنچے تو وہ نخلستان میں چلے گئے تھے، ان کی بیوی کو خبر ہوئی تو باہر نکل آئیں اور عرض کیا:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا مبارک۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابوایوب کہاں ہیں؟

نخلستان پاس ہی تھا، وہ آواز سن کر دوڑے آئے اور مرحبا کہہ کر عرض کیا، یہ حضور کے آنے کا وقت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت بیان کی، وہ نخلستان میں جا کر کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ لائے اور کہا میں گوشت تیار کراتا ہوں، ایک بکری ذبح کی، آدھے کا سالن، آدھے کے کباب تیار کرائے، کھانا

سامنے لاکر رکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوادو، کئی دن سے اس کو کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔ پھر خود صحابہ کے ساتھ مل کر کھانا نوش فرمایا۔ متعدد قسم کے کھانے دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ خدا نے جو کہا ہے کہ قیامت میں نعیم سے سوال ہوگا وہ یہی چیزیں ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو ازواجِ مطہراتؓ کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کہ آج کچھ کھانے کو ہے؟ عرض کرتیں نہیں، آپؐ فرماتے کہ اچھا میں نے روزہ رکھ لیا۔　　　(بخاری و مسلم و ترغیب ج ۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں والوں کے مسلسل فاقے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِي الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ. (رواه صحيح الترمذی)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی راتیں پے در پے اس حالت میں گذرتی تھیں کہ آپ اور آپ کے گھر والے خالی پیٹ فاقے سے رہتے تھے، کیوں کہ رات کا کھانا نہیں پاتے

تھے (اور جب کھاتے) تو ان کا رات کا کھانا عام طور سے بس
جَو کی روٹی ہوتی تھی۔"

جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی، تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ
بِثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. (رواه البخاری)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی
ہیں، کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں وفات
پائی، کہ آپ کی زرہ ۳۰ صاع جَو کے بدلے ایک یہودی کے
پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔"

فائدہ

ہمارے اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ایک صاع قریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا تھا، اس حساب سے ۳۰ صاع جو قریب ڈھائی من کے ہوئے۔ حدیث کا مقصد اور منشاء یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے بالکل آخر ایام میں بھی (جب کہ قریب قریب پورے عرب کے آپ فرمانروا بھی تھے) آپ کے گھر کے گذارہ کا حال یہ تھا کہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس اپنی قیمتی زرہ رہن رکھ کر آپ نے صرف ۳۰ صاع جو وفات سے کچھ ہی پہلے قرض لئے تھے۔

مسلمانوں کو چھوڑ کر کسی یہودی سے قرض لینے کی مصلحت

مدینہ کے مسلمانوں میں بھی ایسے متعدد افراد ہونے کے باوجود جن سے ایسے چھوٹے چھوٹے قرضے غالباً ہر وقت لئے جا سکتے تھے، کسی یہودی سے قرض لینے کی چند مصلحتیں ہو سکتی ہیں۔

ایک یہ کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے اہل محبت اور نیاز مندوں میں سے کسی کو اس حالت اور اس قسم کی ضرورت کا علم ہو، کیوں کہ پھر وہ بجائے قرض کے ہدیہ وغیرہ کے ذریعے آپ کی خدمت کرنا چاہتے، اور اس سے ان پر بار پڑتا، نیز اس صورت میں ان سے قرض منگوانے میں ایک قسم کی طلب اور تحریک ہو جاتی۔

اور غالباً دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ اس کے شبہ اور شائبہ سے بھی بچنا چاہتے تھے، کہ آپ کے ذریعہ اہل ایمان کو دین کی جو دولت ملی، اس کے عوض آپ کوئی حقیر سے حقیر بھی دنیوی فائدہ ان سے اٹھائیں، اس لیے مجبوری اور ضرورت کے موقع پر اہل ایمان کے بجائے یہودی سے قرض لیا۔

تیسری مصلحت اس میں غالباً یہ بھی تھی کہ لین دین کے یہ تعلقات غیر مسلموں سے رکھنے میں ان کی آمد و رفت اور ملنے جلنے کے مواقع پیدا ہوتے تھے اور اس کا راستہ کھلتا تھا، کہ وہ لوگ آپ کو اور آپ کی سیرت کو جانیں اور جانچیں، اور ایمان اور رضاء الٰہی کی دولت سے وہ بھی بہرہ یاب ہوں۔

چناں چہ یہ نتائج ظہور میں بھی آئے، مشکوٰۃ ہی میں امام بیہقی رحمۃ اللہ کی ''دلائل النبوۃ'' کے حوالہ سے مدینہ کے ایک بڑے دولتمند یہودی کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ قرض لیا تھا، وہ تقاضہ کو آیا، تو آپ نے عذر کیا کہ اس وقت ہم خالی ہاتھ ہیں اس لیے تمہارا قرضہ ادا کرنے سے آج مجبور ہیں، اس نے کہا کہ میں تو بغیر لیے نہیں جاؤں گا، چناں چہ جم کے وہیں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ پورا دن گذر گیا اور رات بھی گذر گئی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں اس یہودی کی موجودگی ہی میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا فرمائیں، اور وہ نہیں ٹلا، بعض صحابہ کو اس کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور انہوں نے چپکے چپکے اس کو ڈرایا دھمکایا، تاکہ وہ کسی طرح چلا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا پتہ چل گیا تو آپ نے فرمایا، کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ کسی معاہد پر کوئی ظلم وزیادتی نہ ہو، یہ سن کر ان صحابہ کو بھی خاموش ہو جانا پڑا، پھر کچھ وقت گذرنے کے بعد اس یہودی نے کہا، دراصل میں روپیہ کے تقاضے کے لیے نہیں آیا تھا، بلکہ میں دیکھنا اور جانچنا چاہتا تھا، کہ وہ اوصاف وعلامات آپ میں موجود ہیں یا نہیں جو تورات میں آخری زمانے میں آنے والے پیغمبر کے بیان کئے گئے ہیں، اب میں نے دیکھ لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی وہ نبی موعود ہیں، اس کے بعد اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور اپنی ساری دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا:

هذا مالي فاحكم فيه بما اراك الله.

یہ میرا سارا مال حاضر ہے، اب آپ اللہ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، اور جس مصرف میں چاہیں اس کو صرف فرمائیں۔ (مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم)

خوشحالی کے لیے دعا کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا جواب

عن عمر رضی اللّٰہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ھُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰی رِمَالِ حَصِیرٍ لَیْسَ بَیْنَہُ وَبَیْنَہُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِہِ مُتَّکِئاً عَلٰی وِسَادَۃٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُھَا لِیفٌ فَقُلْتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ ادْعُ اللّٰہَ فَلْیُوَسِّعْ عَلٰی أُمَّتِکَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وُسِّعَ عَلَیْھِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْیَا وَھُمْ لَا یَعْبُدُونَ اللّٰہَ فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ أَوَفِی ھٰذَا أَنْتَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنَّ أُولٰئِکَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا. (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو

آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ کھجور کے پٹھوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر آپ لیٹے ہوئے ہیں، اور اس کے اور آپ کے جسم مبارک کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے، اور چٹائی کی بناوٹ نے آپ کے پہلوئے مبارک پر گہرے نشانات ڈال دیئے ہیں، اور سرہانے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال کوٹ کے بھری ہوئی ہے، یہ حالت دیکھ کر میں نے عرض کیا، کہ: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ آپ کی امت کو فراخی اور خوش حالی عطا فرمائے، روم اور فارس والوں کو بھی اللہ نے فراخی دی ہے، حالاں کہ وہ تو خدا پرست بھی نہیں ہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم بھی اس حال میں اور خیال میں ہو؟ یہ سب تو وہ لوگ ہیں (جو اپنی خدا فراموشی اور کافرانہ زندگی کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم و بے نصیب کئے گئے ہیں اور اس لیے) ان کی وہ لذتیں (جو اللہ ان کو دنیا چاہتا تھا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہیں ۔اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اس طرح ذکر کیا گیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر (رضی اللہ عنہ)

! کیا تم اس پر راضی نہیں، کہ ان کے لیے دنیا کا عیش ہو، اور
ہمارے لیے آخرت کا عیش۔''

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیرانہ زندگی اور تکلیفوں کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل دکھا، اور یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اتنی وسعت اور خوش حالی عطا فرما دیتے کہ یہ تکلیفیں نہ دیکھی جاتیں، اور چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جانتے تھے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے دنیا کی وسعت اور دولت مندی کی دعا اللہ تعالیٰ سے نہیں کریں گے، اس لیے عرض یہ کیا، کہ حضور اپنی امت کے لیے وسعت و دولت جب ایسی معمولی چیز ہے، کہ اللہ نے روم و فارس جیسی کافر قوموں کو بھی دے رکھی ہے تو آپ کی دعا سے آپ کی امت کو کیوں نہ عطا فرمائی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس گذارش پر بطور تنبیہ کے حیرت واستعجاب کے ساتھ فرمایا کہ: اے فرزند خطاب! کیا تم بھی ابھی حقیقت ناشناسی کے اُس مقام پر ہو کہ ایسی بات کرتے ہو! روم و فارس وغیرہ کی یہ قومیں جو ایمان اور خدا پرستی سے محروم ہیں ،ان کا معاملہ تو یہ ہے کہ آخرت کی اس زندگی میں جو اصلی اور حقیقی زندگی ہے ان بیچاروں کو کچھ نہیں ملنا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ جو کچھ عیش و راحت ان کو دینا

چاہتا تھا، وہ اسی دنیا میں دے دی گئی ہے ایسی حالت میں ان کے عیش و آرام اور ان کی دولت مندی کو دیکھ کر اس پر للچانا، اور اس کی حرص کرنا، حقیقت شناسی سے بہت بعید بات ہے، تم کو تو فکر و طلب بس آخرت کی ہونی چاہیے، جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے، یہ دنیا تو بس چند روز قیام کی سرائے ہے، کیا یہاں کی تکلیف اور کیا یہاں کا عیش و آرام۔

میں اس دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو سایہ کے لیے کسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا ہو

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللّٰہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِی جَنْبِہٖ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَکَ وِطَاءً فَقَالَ مَا لِی وَمَا لِلدُّنْیَا مَا اَنَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا.

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) کھجور کی چٹائی پر سوئے، پھر جب سو کے آپ اُٹھے، تو جسم مبارک میں اس چٹائی کی بناوٹ کے نشانات پڑے ہوئے تھے (اس حالت کو دیکھ کر اور اس سے متاثر ہو کر) ہم نے عرض کیا،

کہ اگر حضور فرمادیں تو ہم حضرت کے لیے بستر کا انتظام کریں، اور (یعنی آپ سے اس کی اجازت چاہی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: مجھے دنیا (یعنی دنیا کے ساز و سامان اور اس کی راحتوں اور لذتوں سے) کیا تعلق اور کیا لینا! میرا تعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہے، جیسا کہ کوئی سوار مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لیے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا، اور پھر اس کو اپنی جگہ چھوڑ کے منزل کی طرف چل دیا۔"

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح یہ مسافر درخت کے نیچے ٹھہرنے کے لئے تھوڑے سے وقت کے لیے راحتوں کے انتظامات کرنا ضروری نہیں سمجھتا، اور منزل مقصود پر پہنچنے کی فکر کے سوا اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی، بس یہی میرا حال ہے۔ اور حق یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی حقیقت جس پر پوری طرح منکشف ہو جائے تو اس کا اِس کے سوا کچھ اور ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کو دنیا میں راحتوں کے بڑے بڑے انتظامات کی فکر کرنا، اور اس کے لیے اپنے وقت اور اپنی صلاحیتوں کا صرف کرنا ایسا ہی کارِ حماقت معلوم ہوگا جیسا کہ درخت کے سایہ میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرنے والے مسافر کا اس ذرا سے وقت کے لیے بڑے بڑے انتظامات میں مشغول ہونا۔

دنیا کی وسعت اور کثرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد شہدائے احد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی گویا کہ آپ زندہ اور مردہ لوگوں کو رخصت فرما رہے ہیں (یعنی آپ کو اندازہ تھا کہ دنیا سے جانے کا وقت قریب آگیا ہے اس لیے زندہ لوگوں کو خاص خاص باتوں کی وصیت اور تاکید فرما رہے تھے اور مردہ لوگوں کے لیے بڑے اہتمام سے دعاء و استغفار فرما رہے تھے کہ پھر اس کا موقع تو رہے گا نہیں) پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تم لوگوں سے پہلے آگے جا رہا ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہ بنوں گا اور تم سے وعدہ ہے کہ حوض کوثر پر تم سے ملاقات ہوگی اور میں اپنی اس جگہ سے اس وقت حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں (کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے درمیان کے تمام پردے ہٹا دیئے ہیں) مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم شرک کرنے لگو گے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا میرے لیے آخری موقع تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے اور احد والوں کی نماز جنازہ پڑھی پھر پچھلی حدیث والا مضمون بیان فرمایا۔ اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں (جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیصر و کسریٰ کے خزانے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملے اور کئی ملک فتح ہوئے) اور اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ اس بات کا ڈر ہے تم دنیا حاصل کرنے کے شوق میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے۔

حضرت عمر بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین جزیہ لانے کے لیے بھیجا چناں چہ وہ بحرین سے بہت سا مال (ایک لاکھ اسی ہزار یا دو لاکھ درہم) لے کر آئے۔ حضرات انصار نے جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے واپس آنے کی خبر سنی تو انہوں نے فجر کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی پڑھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ سب حضرات آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ لے کر آئے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! (اپنی اس بات کو چھپایا نہیں) آپ نے فرمایا تمہیں خوشخبری دیتا ہوں اور خوشی حاصل ہونے کی امید رکھو (یعنی ابوعبیدہ جو مال لائے ہیں اس میں سے تمہیں ضرور کچھ ملے گا) اللہ کی

قسم! مجھے تم پر فقر کا ڈر نہیں ہے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا اس طرح پھیلا دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی تھی اور تم بھی اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو گے جیسے پہلوں نے کی تھی پھر یہ دنیا تمہیں اسی طرح ہلاک کردے گی جیسے اس نے ان کو ہلاک کیا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمار ہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی کھڑا ہوا جس کی طبیعت میں اُجڈ پنا تھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں تو قحط نے مار ڈالا۔ آپ نے فرمایا مجھے تم پر قحط کا اتنا ڈر نہیں ہے جتنا اس بات کا ہے کہ تم پر دنیا خوب پھیلا دی جائے گی۔ کاش! میری امت سونا نہ پہنتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر بیٹھے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے پھر آپ نے فرمایا مجھے جن باتوں کا تم پر ڈر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے دنیا کی زیب و زینت اور سر سبز و شادابی کھول دیں گے اور (تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے کیوں کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر فقر و فاقہ اور بدحالی کی آزمائش سے زیادہ ڈر خوشحالی اور

فراوانی کی آزمائش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو فقر و فاقہ اور بدحالی کے ذریعہ آزما چکے ہیں۔ اس میں تم نے صبر سے کام لیا (اور کامیاب ہوگئے) اور دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔ پتہ نہیں اس آزمائش میں کامیاب ہوتے ہو یا نہیں۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کھڑے ہوکر فرمایا تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو یا تمہیں دنیا کی فکر و غم لگا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ فارس اور روم پر تمہیں فتح دے دیں گے اور تم پر دنیا کی بہت زیادہ فراوانی ہوگی اور اس دنیا کی وجہ سے ہی تم لوگ صحیح راستے سے ہٹ جاؤ گے۔

خاصان خدا عیش و تنّعم کی زندگی نہیں گذراتے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللّٰہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَيْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِينَ.

(مسند احمد)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کی طرف روانہ کیا، تو نصیحت فرمائی، کہ: معاذ! آرام طلبی اور خوش عیشی سے بچتے رہنا، اللہ کے خاص بندے آرام طلب اور خوش عیش نہیں ہوا کرتے۔''

فائدہ

دنیا میں آرام و راحت اور خوش عیشی کی زندگی گذارنا اگر چہ حرام اور ناجائز نہیں ہے، لیکن اللہ کے خاص بندوں کا مقام یہی ہے کہ وہ دنیا میں تنعم کی زندگی اختیار نہ کریں۔ اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرۃ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ کھانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے حضور کا بستر مبارک دیکھا کہ ایک چادر ہے جسے دوہرا کر کے بچھایا ہوا ہے (پھر وہ چلی گئی) اور اس نے میرے پاس ایک بستر بھیجا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی جب آپؐ میرے پاس تشریف لائے تو اسے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا تھا۔ پھر اس نے واپس جا کر میرے پاس یہ بستر بھیجا ہے آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ واپس کردو اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا کپڑا پہنا اور پیوند والا جوتا استعمال فرمایا اور کھردرے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور بشع کھانا کھایا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بشع کھانا کونسا ہوتا

ہے انہوں نے بتایا کہ موٹے پسے ہوئے جو جنہیں حضورا پانی کے گھونٹ کے ذریعہ ہی نگلا کرتے تھے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آٹا چھان کر اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چپاتی پکائی (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کھانے کی ایک قسم ہے جسے ہم اپنے علاقہ (حبشہ) میں پکایا کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ میں اس میں سے آپ کے لیے ایک چپاتی بناؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں چھانے بغیر اس کو اسی آٹے میں واپس ملا کر گوندھو (اور پھر اس سے میرے لیے روٹی پکاؤ)۔

حضرت ابو رافع کی بیوی حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ ہمارے لیے وہ کھانا تیار کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ میں نے کہا اے میرے بیٹو! میں پکا دوں گی لیکن آج تمہیں وہ کھانا اچھا نہیں لگے گا (خیر تم لوگوں کا اصرار ہے تو میں پکا دیتی ہوں) چناں چہ میں اُٹھی اور جو لے کر انہیں پیسا اور پھونک مار کر موٹی موٹی بھوسی اُڑادی پھر اس کی ایک روٹی تیار کی پھر اس روٹی پر تیل لگایا اور اس پر کالی مرچ چھڑکی پھر اسے ان کے سامنے رکھا اور میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کھانا پسند تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے۔ آپ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور زمین سے کھجوریں چن کرنوش فرمانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے ابن عمر! کیا ہوا تم نہیں کھاتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں کے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرا دل تو چاہ رہا ہے۔ اور یہ چوتھی صبح ہے جو میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر میں چاہتا تو میں اپنے رب سے دعا کرتا تو وہ مجھے کسریٰ اور قیصر جیسا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو ایک سال کی روزی ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور یقین کمزور ہو جائے گا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ قسم! ہم ابھی وہاں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. (سورہ العنکبوت: ۶۰)

"اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔
اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب
کچھ سنتا اور سب جانتا ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ تو دنیا جمع کرنے کا اور نہ خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ لہٰذا جو آدمی اس ارادے سے دنیا جمع کرتا ہے۔ کہ بقیہ زندگی میں کام آئے گی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ

زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (نہ معلوم کتنے دن باقی ہیں) غور سے سنو! میں دینار و درہم بھی جمع نہیں کرتا اور نہ کل کے لیے کچھ بچا کر رکھتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا تو حضور نے فرمایا پینے کی دو چیزوں کو ایک بنا دیا اور ایک پیالہ میں دو سالن جمع کر دیئے (یعنی دودھ اور شہد میں سے ہر ایک پینے اور سالن کے کام آ سکتا ہے) مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے غور سے سنو! میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن ضرورت سے زائد چیزوں کے بارے میں پوچھے میں تو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہوں کیوں کہ جو بھی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ اسے غنی کر دیں گے اور جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اللہ اس سے محبت کریں گے۔

دنیا کی وسعت سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ڈرنا اور رونا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس قادسیہ کا کچھ مال غنیمت آیا۔ آپ اس کا جائزہ لے رہے تھے اور اسے دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! یہ تو خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں لیکن جن لوگوں کے پاس یہ مال آتا ہے ان میں اس کی وجہ سے آپس میں بغض و عداوت بھی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوفؒ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے خزانے آئے تو ان سے حضرت عبداللہ بن ارقم زہری رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس کو بیت المال میں کیوں نہیں رکھ دیتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ ہم اس کو بیت المال میں نہیں رکھیں گے بلکہ تقسیم کریں گے یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المؤمنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو اللہ کا شکر ادا کرنے اور خوشی و مسرت کا دن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی یہ مال دیا ہے اس مال نے ان کے درمیان عداوت ضرور پیدا کی ہے۔

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کسریٰ کا تاج حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا (تاج کے ساتھ کسریٰ کی زیب و زینت کا سامان بھی تھا) اس وقت وہاں لوگوں میں حضرت سراقہ بن مالک بن جُعْشُم رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ بن ہرمز کے دونوں کنگن ان کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت سراقہ نے دونوں کنگن اپنے ہاتھوں میں ڈال لئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کنگن ان کے ہاتھوں میں دیکھے تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اللہ کی قدرت دیکھو کہ کسریٰ بن ہرمز کے دو کنگن اس وقت بنو مدلج کے ایک دیہاتی سراقہ بن مالک بن جعشم کے دو ہاتھوں میں ہیں۔

پھر فرمایا اے اللہ! مجھے معلوم ہے تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تو نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے اور ان کے لیے زیادہ خیر والی صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا اور اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تو نے شفقت کرتے ہوئے اور ان کے لیے زیادہ بہتر صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے بھی مال کو دور رکھا (اور اب میرے زمانے میں یہ مال بہت زیادہ آرہا ہے) اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ یہ مال کا زیادہ آنا کہیں تیری طرف سے عمر کے خلاف داؤ نہ ہو۔ (یعنی کہیں اس سے عمر رضی اللہ عنہ کے دین اور آخرت کا نقصان نہ ہو) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ.
نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَل لَّا يَشْعُرُونَ.

”کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے۔“

حضرت ابوسفیان دولی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ ان کے پاس مہاجرین اولین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے خوشبو وغیرہ رکھنے کا تھیلا یعنی جامہ دان لانے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ وہ تھیلا ٹوکری یا بوری جیسا تھا۔ یہ تھیلا عراق کے ایک قلعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تھا۔ اس میں ایک انگوٹھی بھی تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک بچے نے لے کر منہ میں ڈال لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وہ انگوٹھی لے لی اور پھر رو پڑے۔ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی فتوحات عطا فرما رکھی ہیں اور آپ کو آپ کے دشمن پر غالب کر دیا ہے اور آپ کی آنکھیں (خوشیاں عطا فرما کر) ٹھنڈی کر دی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں پر دنیا کی فتوحات ہونے لگتی ہیں اور انہیں دنیا بہت مل جاتی ہے تو ان کے درمیان ایسی بغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے جو قیامت تک چلتی رہتی ہے مجھے اس کا ڈر لگ رہا ہے (اس لیے رو رہا ہوں)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا دنیا کی وسعت سے ڈرنا اور رونا

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا (روزہ کھولنے کے لیے) ان کے پاس کھانا لایا گیا تو اسے

دیکھ کر فرمایا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں شہید کیا گیا اور پھر انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر ان کا سر ڈھک دیا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھکے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو شہید کیا گیا۔ پھر دنیا کی ہم پر بہت وسعت ہوگئی اور ہمیں اللہ کی طرف سے دنیا بہت زیادہ دی گئی۔ اب ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہمیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے دیا گیا پھر رونا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا دنیا کی وسعت وکثرت سے ڈرنا اور رونا

حضرت یحییٰ بن جعدہؒ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے آئے۔ انہوں نے ان سے کہا اے ابو عبداللہ! آپ کو خوشخبری ہو آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے تو انہوں نے گھر کے اوپر سے نیچے والے حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس گھر کے ہوتے ہوئے میں کیسے (حوض کوثر پر جا سکتا ہوں؟) حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اتنی دنیا کافی ہے جتنا ایک سوار کے پاس سواری پر توشہ ہوتا ہے (اور میرے پاس توشہ سے کہیں زیادہ ہے)۔

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے گئے، تو انہوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی) آپ کو خوشخبری ہو! کل آپ (انتقال کے بعد) اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا مجھے موت سے گھبراہٹ نہیں ہے لیکن تم نے میرے بھائیوں کا نام لے کر مجھے ان لوگوں کی یاد تازہ کرادی ہے جو اپنے نیک اعمال اور دینی محنت کا سارا اجر و ثواب ساتھ لے کر آگے چلے گئے (اور دنیا میں انہیں کچھ نہیں ملا) اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ان کے جانے کے بعد ہمیں اللہ نے جو مال و دولت دنیا میں دی ہے وہ کہیں ہمارے ان اعمال کا بدلہ نہ ہو جن کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔

حضرت ابو ہاشم بن عتبہ قرشی رضی اللہ عنہ کا دنیا کی وسعت و کثرت سے ڈرنا اور رونا

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو ان سے پوچھا اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا کسی درد نے آپ کو بے چین کر رکھا ہے؟ یا دنیا کے لالچ میں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بات بالکل نہیں ہے بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت فرمائی تھی۔ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا وصیت تھی؟ حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی نے مال جمع کرنا ہی ہے تو ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک سواری کافی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے آج (اس سے زیادہ) مال جمع کر رکھا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم کی قوم کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا تو ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور رزین کی روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے ترکہ کا حساب کیا گیا تو اس کی قیمت تیس درہم بنی تھی اور اس میں وہ پیالہ شامل کیا گیا جس میں وہ آٹا گوندھا کرتے تھے اور اسی میں وہ کھاتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا دنیا کی کثرت اور وسعت سے ڈرنا اور رونا

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو حسنہ مسلم بن اکیسؒ کہتے ہیں ایک صاحب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا اے ابوعبیدہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتوحات

اور مال غنیمت کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے۔ اس میں ملک شام فتح ہونے کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا: اے ابو عبیدہ! اگر تم (ان فتوحات تک) زندہ رہے تو تمہیں تین خادم کافی ہیں، ایک تمہاری روزمرہ کی خدمت کے لیے اور دوسرا تمہارے ساتھ سفر کرنے کے لیے اور تیسرا تمہارے گھر والوں کی خدمت کے لئے جوان کے کام کرتا رہے اور تین سواریاں تمہیں کافی ہیں۔ ایک سواری تمہارے گھر کے لیے دوسری سواری تمہارے ادھر ادھر آنے جانے کے لیے تیسری سواری تمہارے غلام کے لیے (اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین خادم اور تین سواریاں رکھنے کو فرمایا تھا) اور میں اپنے گھر کو دیکھتا ہو تو وہ غلاموں میں بھرا ہوا ہے اور اپنے اصطبل میں دیکھتا ہوں تو وہ گھوڑوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ اب میں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس منہ سے ملاقات کروں گا۔ جب کہ آپ نے ہمیں یہ تاکید فرمائی تھی کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو (قیامت کے دن) مجھے اسی حال میں ملے جس حال میں مجھ سے جدا ہوا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق کا رضی اللہ عنہ زہد

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پینے کے لیے پانی مانگا تو آپ کی خدمت میں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا جب آپ نے اسے ہاتھ میں لیا تو رونے لگے اور

ہچکیاں مار مار کر رونا شروع کر دیا جس سے ہم سمجھے کہ انہیں کچھ ہو گیا ہے لیکن (رعب کی وجہ سے) ہم نے ان سے کچھ نہ پوچھا۔ جب آپ چپ ہو گئے تو ہم نے کہا اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ! آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا (شہد ملا ہوا پانی دیکھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا تھا اس کی وجہ سے رویا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ (میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اتنے میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے آپ نے ارشاد فرما دنیا میری طرف بڑھی تو میں نے اس سے کہا دور ہو جا تو اس نے کہا آپ تو مجھے لینے والے نہیں ہیں (یعنی یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے نہیں لیں گے میں ویسے ہی زور لگا رہی ہوں) حضرت ابو بکر نے فرمایا (اس واقعہ کے یاد آنے سے میں رویا تھا) اور شہد ملا ہوا پانی پینا میرے لیے مشکل ہو گیا اور مجھے ڈر لگا کہ اسے پی کر کہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ جاؤں اور دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت سالم بن عبد اللہؒ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ والے اسی وظیفہ پر اکتفا کیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے لیے مقرر کیا تھا چنانچہ وہ کچھ عرصہ اتنا ہی لیتے رہے لیکن وہ ان کی ضرورت سے کم تھا اس لیے ان کے گزر میں تنگی ہونے لگی تو

مہاجرین کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی جن میں حضرت عثمان ،حضرت علی ،حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ ہم آپ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیسا رہے گا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تو پہلے سے ان کا وظیفہ بڑھانا چاہتے ہیں چلو چلتے ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہنے کہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پہلے ہمیں ادھر ادھر سے ان کی رائے معلوم کرنی چاہیے(پھر ان سے براہ راست بات کرنی چاہیے) میرا خیال یہ ہے کہ ہم ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم کرتے ہیں اور ان سے کہہ دیں گے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہم لوگوں نام نہ بتائیں چنانچہ یہ حضرات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چلے آئے جب ان کی خدمت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات پیش کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوگئے اور انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا پہلے آپ کی رائے معلوم ہوجائے پھر میں آپ کو ان کے نام بتلاسکتی ہوں ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو میں انہیں ایسی سخت سزا دیتا جس سے ان کے چہروں پر نشان پڑ جاتے تم ہی میرے

اور ان کے درمیان واسطہ بنی ہو اس لیے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہو کہ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے عمدہ لباس کونسا تھا؟ انہوں نے کہا گیروے رنگ کے دو کپڑے جنہیں کسی وفد کے آنے پر اور جمعہ کے خطبہ کے لیے پہنا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ہاں سب سے عمدہ کھانا کونسا کھایا؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم نے جو کی ایک روٹی پکائی پھر اس گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبے کی تلچھٹ الٹ کر اسے چپڑ دیا جس سے وہ روٹی خوب چکنی چپڑی اور نرم ہو گئی پھر حضور نے خوب مزے لے کر اسے نوش فرمایا اور وہ روٹی آپ کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے ہاں سب سے زیادہ نرم بستر کون سا تھا؟ انہوں نے کہا ہمارا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حفصہ! ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے ہر چیز میں ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے اور ضرورت سے زائد چیزوں کو اپنی اپنی جگہوں میں رکھا ہے (اور ان میں نہیں لگے) اور کم سے کم پر گزارہ کیا ہے۔ میں نے بھی ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے اور اللہ کی قسم! ضرورت سے زائد چیز کو ان کی جگہوں میں رکھوں گا اور میں بھی کم سے کم پر گزارہ کروگا۔ میری اور میرے دو

ساتھیوں کی مثال ان تین آدمیوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے، ان میں سے پہلا آدمی توشہ لے کر چلا اور منزل مقصود تک پہنچ گیا پھر دوسرے نے بھی اسی کی اتباع کیا اور اسی کے راستہ پر چلا تو وہ بھی اسی منزل تک پہنچ گیا۔ پھر تیسرے آدمی نے بھی اسی پہلے کی اتباع کیا اگر وہ ان دونوں کے راستہ کا خود کو پابند بنائے گا اور ان جیسا توشہ رکھے گا تو ان کے ساتھ جا ملے گا اور ان کے ساتھ رہا کرے گا اور اگر وہ ان دونوں کے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں ہوگا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عبدالملک بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا کہ ان پر عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی اور گیروے رنگ کی ایک کوفی چادر تھی۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو مسجد میں قیلولہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک دن مسجد میں قیلولہ فرما رہے تھے اور جب وہ سو کر اٹھے تو ان کے جسم پر کنکریوں کے نشان تھے (مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں) اور لوگ (ان کی اس سادہ اور بے تکلف زندگی پر حیران ہو کر) کہہ رہے تھے۔ یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر

المومنین ہیں۔حضرت شرحبیل بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو اچھا والا عمدہ کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر سرکہ اور تیل یعنی سادہ کھانا کھاتے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا زہد

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے عکبرا قصبہ کا حاکم بنایا اور عراق کے ان دیہات میں مسلمان نہیں رہا کرتے تھے۔مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ظہر کے وقت میرے پاس آنا میں آپ کی خدمت میں گیا مجھے وہاں کوئی روکنے والا دربان نہ ملا ۔حضرت علیرضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا۔انہوں نے ایک چھوٹا تھیلا منگوایا میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں اس لیے مجھے اس تھیلے میں سے کوئی قیمتی پتھر نکال کر دیں گے۔مجھے پتہ نہیں تھا کہ اس تھیلے میں کیا ہے؟اس تھیلے پر مہر لگی ہوئی تھی۔انہوں نے اس مہر کو توڑا اور تھیلی کو کھولا تو اس میں ستو تھے چناں چہ اس میں سے ستو نکال کر پیالے میں ڈالے اور اس میں پانی ڈالا اور خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا۔میں انتی سادگی دیکھ کر رہ نہ سکا اور میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ عراق میں رہ کر یہ کھا رہے ہیں حالاں کہ عراق میں تو اس سے بہت زیادہ کھانے کی چیزیں ہیں (عراق میں رہ کر صرف ستو کھانا بڑی حیرانگی کی بات ہے)انہوں نے کہا ہاں۔اللہ کی قسم! میں بخل کی وجہ سے اس پر مہر

نہیں لگاتا ہوں بلکہ میں اپنی ضرورت کے مطابق ستو خریدتا ہوں (اور مدینہ سے منگواتا ہوں) ایسے ہی کھلے رہنے دوں تو مجھے ڈر ہے کہ (ادھر ادھر گر نہ جائیں اور اڑ نہ جائیں اور یوں) یہ ختم نہ ہو جائیں تو مجھے عراق کے ستو بنانے پڑیں گے۔ اس وجہ سے میں ان ستوؤں کو اتنا سنبھال کر رکھتا ہوں اور میں اپنے پیٹ میں پاک چیز ہی ڈالنا چاہتا ہوں۔ حضرت اعمش رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو دوپہر کا اور رات کا کھانا خوب کھلایا کرتے تھے اور خود صرف وہی چیز کھایا کرتے تھے جو ان کے پاس مدینہ منورہ سے آیا کرتی تھی۔

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس باہر آئے اور انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور لنگی باندھی ہوئی تھی جس پر پیوند لگا رکھا تھا۔ کسی نے ان سے اتنے سادہ کپڑے پہننے کے بارے میں کچھ کہا تو فرمایا میں یہ سادہ کپڑے اس لیے پہنتا ہوں کہ میں ان کی وجہ سے اکڑ سے بچا رہوں گا اور ان میں نماز بھی بہتر ہوگی اور مومن بندے کے لیے یہ سنت بھی ہیں (یا عام مسلمان بھی ایسے سادہ کپڑے پہننے لگ جائیں گے) ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک موٹی لنگی دیکھی ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اسے پانچ درہم میں خریدا ہے۔ مجھے جو آدمی اس میں ایک درہم نفع دے گا میں اس کے ہاتھ بیچ دوں گا۔

حضرت مجمع بن سمعان تیمیؒ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ

عنہ اپنی تلوار لے کر بازار گئے اور فرمایا مجھ سے میری یہ تلوار خریدنے کے لیے کون تیار ہے؟ اگر لنگی خریدنے کے لیے میرے پاس چار درہم ہوتے تو میں یہ تلوار نہ بیچتا۔ حضرت صالح بن ابی الاسودؒ ایک صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور انہوں نے اپنے دونوں پاؤں ایک جانب لٹکا رکھے ہیں اور فرمار ہے ہیں میں ہی وہ آدمی ہوں جس نے دنیا کی توہین کر رکھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زریرؒ کہتے ہیں میں عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے ہمارے سامنے بھوسی اور گوشت کا حریرہ رکھا۔ ہم نے کہا اللہ آپ کو ٹھیک ٹھاک رکھے اگر آپ ہمیں یہ بطخ کھلاتے تو زیادہ اچھا تھا کیوں کہ اب تو اللہ نے مال بہت دے رکھا ہے ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن زریر! میں نے حضور صلی اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ وقت کے لیے اللہ کے مال میں سے صرف دو بڑے پیالے لینے حلال ہیں ایک پیالہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے اور دوسرا پیالہ آنے والے لوگوں کے سامنے رکھنے کے لیے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو وہ کجاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا تھا۔ ان سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کے ساتھیوں نے جو مکان اور سامان بنا لئے وہ آپ نے کیوں نہیں بنائے ؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین ! قبر تک پہنچنے کے لیے یہ سامان بھی کافی ہے اور حضرت معمر راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے اور وہاں کے سرداروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں نے کہا وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے چناں چہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آئے تو سواری سے نیچے اتر کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گلے لگایا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ ، پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سردی کے موسم میں صبح کے وقت اپنے گھر سے نکلا۔ بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ بھوک کے مارے برا حال تھا سردی بھی بہت تنگ کر رہی تھی۔ ہمارے ہاں بغیر رنگی ہوئی کھال پڑی ہوئی تھی جس میں سے کچھ بو بھی آرہی تھی اسے میں نے کاٹ کر گلے میں ڈال لیا اور اپنے سینے سے باندھ لیا تاکہ اس کے ذریعہ سے کچھ تو گرمی حاصل ہو۔ اللہ کی قسم ! گھر میں میرے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے گھر میں بھی کوئی چیز ہوتی تو وہ مجھے مل جاتی (وہاں بھی کچھ نہیں تھا) میں مدینہ منورہ کے ایک طرف کو چل پڑا وہاں ایک یہودی اپنے باغ میں تھا میں نے دیوار کے سوراخ سے اس کی طرف جھانکا اس نے کہا اے اعرابی! کیا بات ہے؟ (مزدوری پر کام کرو گے؟) ایک ڈول پانی نکال نے پر ایک کھجور لینے کو تیار ہو؟ میں نے کہا ہاں باغ کا دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھول دیا ۔میں اندر گیا اور ڈول نکالنے لگا اور وہ مجھے ہر ڈول پر ایک کھجور دیتا رہا۔ یہاں تک کہ میری مٹھی کھجوروں سے بھر گئی اور میں نے کہا اب مجھے اتنی کھجوریں کافی ہیں۔ پھر میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور بہتے پانی سے منہ لگا کر پیا۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور مسجد میں آپ کے پاس بیٹھ گیا ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے اتنے میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی پیوند والی چادر اوڑھے ہوئے آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کا ناز و نعمت والا زمانہ یاد آ گیا اور اب ان کی موجودہ حالت فقر و فاقہ والی حالت بھی نظر آ رہی تھی اس پر حضور کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (آج تو فقر و فاقہ اور تنگی کا زمانہ ہے لیکن) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں سے ہر آدمی صبح ایک جوڑا پہنے گا اور شام کو دوسرا اور تمہارے گھروں پر ایسے پردے لٹکائے جائیں گے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا پھر تو ہم اس زمانے میں زیادہ بہتر

ہوں گے۔ضرورت کے کاموں میں دوسرے لگا کریں گے ہمیں لگنا نہیں پڑے گا اور ہم عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔آج تم اس دن سے زیادہ بہتر ہو (کہ دین کا کام تم تکلیفوں اور مشقت کے ساتھ کر رہے ہو)۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی جس پر انہوں نے کھال کا پیوند لگا رکھا تھا یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بڑا ترس آیا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ کی وجہ سے صحابہ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔پھر آپ نے فرمایا اس دن تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جس دن تم میں سے ہر آدمی ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو اور کھانے کا ایک بڑا پیالہ اس کے سامنے رکھا جائے گا ایک اور اٹھایا جائے گا اور تم گھروں پر ایسے پردے لٹکاؤ گے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔صحابہ نے عرض کیا ہم تو چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے اور ہمیں بھی وسعت اور سہولت حاصل ہو جائے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ضرور ہو کر رہے گا لیکن آج تم لوگ اس دن سے بہتر ہو (کہ دین کا کام مجاہدوں کے ساتھ کر رہے ہو)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس دن حضرت عثمان بن

مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال کا ہوا، اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پر ایسے جھکے کہ گویا ان کو وصیت فرما رہے ہیں پھر آپ نے سر اٹھایا تو صحابہ نے آپ کی آنکھوں میں رونے کا اثر دیکھا۔ آپ دوبارہ ان پر جھکے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ روتے ہوئے نظر آئے۔ پھر آپ ان پر تیسری مرتبہ جھکے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ سسکیاں لے رہے تھے جس سے صحابہ سمجھے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر صحابہ بھی رونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو۔ یہ آواز سے رونا شیطان کی طرف سے ہے اللہ سے استغفار کرو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے ابوالسائب! تم غم نہ کرو۔ تم دنیا سے چلے گئے اور تم نے دنیا سے کچھ نہ لیا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے عثمان! اللہ تم پر رحم فرمائے! نہ تو تم نے دنیا سے کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ ہی دنیا تمہارے پاس آئی۔

حضرت سلمان فارسی کا رضی اللہ عنہ زہد

حضرت عطیہ بن عامر رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے تھے ان سے مزید کھانے کا اصرار کیا گیا تو انہوں نے کہا میرے لیے یہی کافی ہے۔ میرے لیے یہی کافی

ہے کیوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے اے سلمان! دنیا مومن کے لیے جیل خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت (کہ مومن اللہ تعالیٰ کے احکام کا خود کو پابند کر کے چلتا ہے اور کافر اپنی مرضی پر چلتا ہے)۔

حضرت حسن رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے پانچ ہزار وظیفہ ملتا تھا اور وہ تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے۔ ان کا ایک چغہ تھا جس کے کچھ حصہ کو نیچے بچھا کر باقی کو اوپر اوڑھ لیا کرتے تھے اور اسی چغہ کو پہن کر لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ جب انہیں وظیفہ ملتا تو اسے اسی وقت آگے خرچ کر دیا کرتے اس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بناتے تھے اور اس کی کمائی سے گزارہ کرتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابو اسماء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہ ربذہ بستی میں تھے۔ ان کے پاس ایک کالی عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس پر نہ خوبصورتی کا کوئی اثر تھا اور نہ ہی خوشبو کا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو کہ یہ کالی کلوٹی مجھے کیا کہہ رہی ہے؟ مجھے یہ کہہ رہی ہے کہ عراق چلا جاؤں (اور وہاں رہا کروں) میں جب عراق چلا جاؤں گا تو ہاں کے لوگ اپنی دنیا لے کر مجھ پر

ٹوٹ پڑیں گے (کیوں کہ میں حضورا کے بڑے صحابہ میں سے ہوں اس لیے وہاں والے مجھے خوب ہدیے دیں گے اور یوں میرے پاس دنیا زیادہ ہو جائے گی اور ان کے کام بھی کرنے پڑیں گے جس کی وجہ سے عبادت اور اعمال کا وقت کم ہو جائے گا) اور میرے گہرے دوست (حضرت محمد) انے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ پل صراط سے پہلے ایک پھسلن والا راستہ ہے جب ہم اس سے گزریں تو ہمارا بوجھ اتنا ہلکا ہو اور ایسا سمٹا ہوا ہو کہ ہم اسے اٹھا سکیں یہ ہماری نجات کے لیے زیادہ بہتر ہے بنسبت اس کے کہ ہم اس راستہ پر گزریں اور ہمارا بوجھ بہت زیادہ ہو۔

حضرت ابوالدّرداء رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابوالدّرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور کی بعثت سے پہلے تاجر تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں نے تجارت اور عبادت کو جمع کرنا چاہا لیکن ایسا ٹھیک طور پر ہو نہ سکا اس لیے میں نے تجارت چھوڑ دی اور عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آج مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ مسجد کے دروازے پر میری ایک دکان سے روزانہ چالیس دینار نفع ہو جو میں سب اللہ کے راستے میں صدقہ کر دوں ۔ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیوں ناپسند

ہے؟ فرمایا حساب کی سختی کی وجہ سے۔

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہو سکتی کہ میں مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر خرید و فروخت کروں اور روزانہ مجھے تین سو درہم اس سے نفع ہو اور میں تمام نمازیں مسجد میں جماعت سے ادا کروں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ بیچنے کو حلال نہیں کیا اور سود کو حرام کیا ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جنہیں تجارت اور بیچنا اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے چناں چہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے تو انہوں نے (ان کی بیوی) حضرت صفیہ رحمہ اللہ علیہا سے کہا کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی ہو؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے ان کے لیے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو۔ حضرت صفیہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا

دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں تو اس پر حضرت ابن مطیع نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ کچھ اچھا کھانا کھا لیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی تو انہوں نے فرمایا آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ کر کھایا ہوگا اب تم چاہتے ہو میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جب کہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے۔

حضرت عبید اللہ بن عدیؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لیے ہدیہ لایا ہوں ۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جوارش ہے ۔حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہؒ کہتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے

جی کو سب سے زیادہ محبوب وہ دن ہے جس دن میں اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ مومن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتے ہیں اور باپ اپنی اولاد کے لیے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مومن کی آزمائش کا اہتمام کرتے ہیں۔

زاہدوں کی صحبت میں رہنے کا فائدہ

عن ابی هريرة وابی خلاد رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا رأيتم العبد يعطی زهدًا فی الدنيا وقلة منطق فاقتربوا منه فانهٔ يلقی الحكمة. (رواه البيهقی فی شعب الايمان)

"حضرت ابوہریرہ اور ابوخلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی بندہ کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو زہد، یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رخی اور کم سخنی (یعنی لغو اور فضول باتوں سے زبان کو محفوظ رکھنے کی صفت) اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو اس کے پاس اور اس کی صحبت میں رہا کرو، کیوں کہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ کی طرف حکمت کا القا ہوتا ہے۔"

فائدہ

حکمت کے القا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقتوں کو صحیح طور پر سمجھتا ہے اور اس کی زبان سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو صحیح اور نافع ہوتی ہیں، اس لیے اس کی صحبت کیمیا اثر ہوتی ہے۔قرآن مجید میں حکمت کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ:

ومن یؤت الحکمة فقد أُوتی خیراً کثیراً.

''جس کو حکمت عطا کی جائے، اس کو خیر کثیر عطا کیا گیا۔''

دنیا فانی ہے اور آخرت غیر فانی، اس لیے آخرت کے طالب بنو

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب دنیاہ اضر باخرتہٖ و من احب اٰخرتہٗ اضر بدنیاہ فاثروا مایبقیٰ علی ما یفنیٰ.

(مسند احمد،شعب الایمان رواہ البیھقی)

''حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا، اور جو کوئی آخرت کو محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا ،پس (جب دنیا و آخرت ناگزیر ہے، تو عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ) فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلہ میں، باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔''

فائدہ

ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا تو اس کی اصل فکر وسعی دنیا ہی کے واسطے ہوگی، اور آخرت کو یا تو وہ بالکل ہی پس پشت ڈال دے گا، یا اس کے لیے بہت کم جد و جہد کرے گا، جس کا نتیجہ بہرصورت آخرت کا خسارہ ہوگا۔

اسی طرح جو شخص آخرت کو محبوب ومطلوب بنائے گا، اس کی اصلی سعی و کوشش آخرت کے لیے ہوگی، اور وہ ایک دنیا پرست کی طرح دنیا کے لیے جد وجہد نہیں کر سکے گا، جس کا نتیجہ ہوگا کہ وہ دنیا زیادہ نہیں سمیٹ سکے گا، پس صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنی محبت اور چاہت کے لیے آخرت کو منتخب کرے، جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، اور دنیا تو بس چند روز میں فنا ہو جانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت ختم فرمائے اور زھد وقناعت والی زندگی نصیب فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆......☆......☆